تنظیم اسلامی کا ترجمان

41

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
29واں سال

15 تا 21 ربیع الثانی 1442ھ / یکم تا 7 دسمبر 2020ء

حکومتِ الٰہیہ کے باغی!

ان کی زندگی کی غایت صرف روٹی اور غذا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں انسان بنایا تھا تاکہ وہ قوائے انسانیتِ اعلیٰ سے کام لیں' لیکن وہ مثل چار پایوں کے بن گئے' جو صرف اپنا چارا ڈھونڈتا ہے۔

﴿اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۝﴾ (الاعراف:179)

''یہ لوگ مثل چار پایوں کے ہیں' بلکہ ان سے بھی بدتر اور یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں''۔

سو ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت سے باغی ہیں' اس کے قوانین سے بھی انہوں نے علانیہ سرکشی کی' اس کے پاک حدود و مواثیق کو انہوں نے یکسر توڑ ڈالا۔ وہ انسانوں کے آگے جھکتے ہیں۔ مگر فاطر الارض والسماوات کے آگے جھکنے سے انہیں شرم آتی ہے۔

وہ دنیاوی حاکموں سے ڈرتے ہیں' پر احکم الحاکمین کا ان کے دلوں میں خوف نہیں۔ انسانی بادشاہت کا اگر ایک چھوٹے سے چھوٹا قانون بھی ہو تو اس سے سرتابی کرنے کی انہیں ہمت نہیں ہوتی' پر شہنشاہِ ارض وسما کے بڑے سے بڑے قانون کو بھی ٹھکرا دینے اور ذلیل وحقیر کرنے سے وہ نہیں ڈرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر انہیں یقین نہیں رہا اور اس کی سزاؤں کو وہ نہیں مانتے۔ وہ اپنی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کا اختیار اگر کسی انسان کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں تو کتے کی طرح اس کے پاؤں پر لوٹتے ہیں' گدھے کی طرح اس کا مرکب بن جاتے ہیں اور غلاموں اور چاکروں کی طرح اس کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں، تاکہ وہ انہیں کچھ عرصہ کے لیے روٹی دے یا تانبے اور چاندی کے چند سکے حوالے کر دے۔ پر وہ جس نے انہیں پیدا کیا' جس کی ربوبیت ان کے جسم کے ایک ایک ذرے اور خون کے ایک ایک قطرہ کو پالتی اور ہلاکت سے بچاتی ہے۔ جو ان کی فریادوں کو درد اور دکھ کے وقت سنتا اور جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو جاتے ہیں تو انہیں امید اور مراد بخشتا ہے۔ سو اس رب الارباب کے لیے ان مغروروں کے پاس عاجزی کا ایک سجدہ' بندگی کی ایک پیشانی' بے قراریٔ محبت کی ایک پکار' تقویٰ اور احتساب کا ایک روزہ اور خلوص وصداقت کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا ایک پیسہ بھی نہیں ہے!

﴿فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝﴾ (الزمر:22)

''پس تباہی ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہو گئے ہیں اور یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔''

مولانا ابوالکلام آزاد

اس شمارے میں

سرائیل کو کیوں تسلیم نہیں کیا جانا چاہیے؟
باطل کو صرف نظام عدل سے بیر ہے
عرب ممالک کی اسرائیل نوازی اور بے حیائی
انؐ پہ لاکھوں سلام
ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ ؓ
نفاذِ اسلام اور نیتوں کا فتور

الھدیٰ (914)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بیوی کو زنا کا ارتکاب کرتے دیکھنا اور لعان کا طریقہ

سُورَۃُ النُّور ‏ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ‏ آیات :5 تا 7

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَ اَصۡلَحُوۡا ۚ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵﴾ وَ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَہُمۡ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہُمۡ شُہَدَآءُ اِلَّاۤ اَنۡفُسُہُمۡ فَشَہَادَۃُ اَحَدِہِمۡ اَرۡبَعُ شَہٰدٰتٍۭ بِاللّٰہِ ۙ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۶﴾ وَ الۡخَامِسَۃُ اَنَّ لَعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَیۡہِ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۷﴾

آیت:۵ ﴿اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَ اَصۡلَحُوۡا ۚ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵﴾﴾
”سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کر لیں اس کے بعد اور اپنی اصلاح کر لیں‘ تو یقیناً اللہ غفور ہے‘ رحیم ہے۔“

مثلاً کسی شخص پر قذف کی حد جاری کی گئی اور اسلامی عدالت میں طویل عرصے تک اس کی گواہی بھی نا قابل قبول رہی‘ لیکن سزا ملنے کے بعد اُس شخص نے اللہ کے حضور توبہ کر لی اور اپنی پرانی روش کو مستقل طور پر تبدیل کر لیا۔ اس کے مثبت رویے کو دیکھتے ہوئے معاشرے میں پھر سے اسے ایک با اعتماد‘ صالح اور پرہیز گار مسلمان کے طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ اب ایسے شخص پر سے گواہی کے نا قابل قبول ہونے کی قدغن ختم ہو سکتی ہے۔

آیت:۶ ﴿وَ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَہُمۡ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہُمۡ شُہَدَآءُ اِلَّاۤ اَنۡفُسُہُمۡ﴾ ”اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر زنا کا الزام لگائیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا اور گواہ نہ ہوں“

یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بدکاری کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ لے اور اس کے پاس اپنے علاوہ موقع کے تین اور گواہ بھی نہ ہوں تو وہ کیا کرے؟ چونکہ معاملہ اس کی اپنی بیوی کا ہے اس لیے وہ خاموشی اختیار کر کے اس کے ساتھ رہ بھی نہیں سکتا۔ عام حالات میں تو اگر کوئی شخص اپنے علاوہ تین چشم دید گواہوں کے بغیر کسی پر ایسا الزام لگائے تو اسے اسّی (۸۰) کوڑوں کی سزا دی جائے گی‘ لیکن میاں بیوی کے معاملے میں ایسی صورت حال کے لیے یہاں ایک خصوصی قانون دیا گیا ہے جسے اصطلاح میں ”لعان“ کہا جاتا ہے۔

﴿فَشَہَادَۃُ اَحَدِہِمۡ اَرۡبَعُ شَہٰدٰتٍۭ بِاللّٰہِ ۙ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۶﴾﴾ ”تو ایسے ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ اللہ کی قسم کے ساتھ چار بار گواہی دے کہ وہ یقیناً سچا ہے۔“

ایسے شخص سے تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر چار دفعہ واقعہ کی گواہی دے اور دعویٰ کرے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے۔

آیت:۷ ﴿وَ الۡخَامِسَۃُ اَنَّ لَعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَیۡہِ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۷﴾﴾ ”اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو۔“

اس طرح ایسے شخص کی مذکورہ گواہی چار گواہوں کے برابر سمجھی جائے گی۔

فرمانِ نبویؐ

موت اور مال کی کمی

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :((اِثْنَانِ یَکْرَھُھُمَا ابْنُ اٰدَمَ یَکْرَہُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَۃِ وَیَکْرَہُ قِلَّۃَ الْمَالِ وَقِلَّۃُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ)) (رواہ احمد)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”دو چیزیں ایسی ہیں جن کو آدمی ناپسند ہی کرتا ہے (حالانکہ ان میں اس کے لیے بڑی بہتری ہوتی ہے) ایک تو وہ موت کو پسند نہیں کرتا‘ حالانکہ موت اس کے لیے فتنہ سے بہتر ہے‘ اور دوسرے وہ مال کی کمی اور ناداری کو نہیں پسند کرتا‘ حالانکہ مال کی کمی آخرت کے حساب کو بہت مختصر اور ہلکا کرنے والی ہے۔“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
15 تا 21 ربیع الثانی 1442ھ جلد 29
یکم تا 7 دسمبر 2020ء شمارہ 41
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اسرائیل کو کیوں تسلیم نہیں کیا جانا چاہیے؟

متحدہ عرب امارات اور بحرین کے اسرائیل کو تسلیم کر لینے کی خبر آنے کی دیر تھی کہ ہمارے ہاں کے ایک خاص طبقے نے بھی فوری طور پر اُچھل کود شروع کر دی کہ پاکستان کو بھی اب اسرائیل کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ ہمارے نادان دوست یہ ''دانشورانہ'' دلیل دیتے ہیں کہ جن عربوں کا مسئلہ اسرائیل سے ہے وہ اگر اسرائیل کو تسلیم کرتے ہیں تو ہم پاکستانیوں کو کیا تکلیف ہے کہ ہم اسرائیل سے کُٹی رکھیں اور ہمسائیوں کے معاملات میں چوتھے محلے سے دخل اندازی کریں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اپنی اس بودی دلیل کو بڑی ناقابل تسخیر دلیل سمجھتے ہیں۔ لاکھوں میں معاوضہ پانے والے ایک اینکر قوم کو اس کے مالی فوائد کی تفصیل سمجھا رہے تھے اور نہ تسلیم کرنے کے نقصانات بڑے خوفناک بتا کر اپنے ناظرین کو ڈرا رہے تھے۔ ایک ٹی وی اینکر کو اسرائیل کے ٹی وی چینل i24 نیوز کو انٹرویو دینے کا ''اعزاز'' حاصل ہوا ہے۔ بہرحال اس باسی کڑاہی میں پھر اُبال آیا ہے۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حق میں بولنے والوں کی تعداد اگرچہ آٹے میں نمک کے برابر ہے لیکن اُن کی چیخ و پکار اور اُن کے شور شرابے نے آسمان سر پر اُٹھایا ہوا ہے۔ ہماری رائے میں پاکستان کو کیوں اسرائیل کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے؟ اِسے سیاسی اور مذہبی زاویے سے الگ الگ دیکھنے کی ضرورت ہے۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ بانی پاکستان اور بابائے قوم تھے اور پاکستان کے واحد سیاست دان تھے جو غیر متنازعہ تھے۔ اُنہوں نے اسرائیل کے قیام پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: "Israel is an illegitimate Child of the West" یعنی اسرائیل مغرب کا ناجائز بچہ ہے۔ اسرائیل کے قیام سے کئی سال پہلے اُنھوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب تک ایک بھی مسلمان مرد اور عورت زندہ ہے، اسرائیل کے وجود کا کوئی جواز قابل قبول نہیں۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان جو قائداعظم کے دستِ راست تھے، وہ بحیثیت وزیراعظم پہلے سرکاری دورہ پر امریکہ گئے۔ وہاں یہودیوں نے اُنھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اُن کے اعزاز میں ایک شاندار ضیافت کا انتظام کیا گیا۔ اُس میں میزبان نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر پاکستان اسرائیل سے تعلقات پیدا کر لے تو پاکستان کو ناقابل یقین مالی فوائد پہنچائے جائیں گے۔ یعنی پاکستان دن دُگنی رات چوگنی ترقی کرے گا۔ لیاقت علی خان نے جوابی تقریر میں کہا "Gentlemen! our souls are not for sale" یہ ٹکا سا جواب تھا، یہ مُسکت یعنی منہ توڑ جواب تھا۔ لہٰذا یہودیوں کا طویل عرصہ تک منہ بند رہا۔ 1967ء میں جب اسرائیل نے مشرقِ وسطیٰ کی جنگ جیتی تو اس کا جشن پیرس میں منایا گیا۔ وہاں سابق اسرائیلی وزیراعظم بن گوریان نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ یہ عرب ہرگز ہمارے مقابل نہیں آسکتے، اِن کی کوئی حیثیت نہیں۔ ہمارا اصل

دشمن اور حریف پاکستان ہے، جس سے ہمیں نمٹنے کے لیے تیاری کرنا ہو گی۔ اُنھوں نے کہا کہ پاکستان ہمارا نظریاتی حریف ہے۔ ہم دونوں نظریاتی ممالک ہیں (اگرچہ ہماری رائے میں اسرائیل نظریاتی نہیں، نسلی ملک ہے) یاد رہے اُس وقت پاکستان ابھی ایٹمی قوت بھی نہیں بنا تھا۔ لیکن یہودیوں کی تیز نگاہوں نے بھانپ لیا تھا کہ اُن سے ٹکرانے کی کون صلاحیت رکھتا ہے؟ جملہ معترضہ کے طور پر یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہو گا کہ عرب اسرائیل جنگ میں پاکستان کی فضائیہ میدان میں اُتری تھی اور اللہ کے فضل و کرم سے پاکستانی فضائیہ نے سو فی صد نتیجہ دیا تھا۔ یعنی جتنے اسرائیلی جنگی طیاروں کا پاکستان سے مقابلہ ہوا، اُن سب کو مار گرایا تھا۔ پھر کیا اہل پاکستان بھول گئے ہیں کہ اسرائیل نے بھارت کی مدد سے کہوٹہ پر حملہ کرنے کی متعدد بار کوشش کی تھی۔ اِس کا اعتراف پاکستان کے سابق وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری عوامی سطح پر کر چکے ہیں۔

اگر آج ہم اسرائیل کو تسلیم کرنے کی ہمالائی غلطی کریں گے تو وہ ہمارے ہاتھ پاؤں بھی اُسی طرح باندھ دے گا جس طرح وہ مشرقِ وسطیٰ کے مسلمان ممالک کے باندھ رہا ہے۔ اب اگر کوئی بات سمجھنا چاہے تو انتہائی واضح ہے۔ وہ یوں کہ کیا کوئی انکار کر سکتا ہے کہ اسرائیل کی اصل منزل گریٹر اسرائیل کا قیام ہے اور یہ بات اُس نے اپنی پارلیمنٹ کی پیشانی پر کندہ کی ہوئی ہے۔ ''اسرائیل تیری سرحدیں نیل سے فرات تک'' بلکہ وہ تو مدینہ منورہ کو بھی اِس میں شامل کرتا ہے۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حق میں ہونے والوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر اسرائیل کو پاکستان تسلیم کر لیتا ہے تو وہ اپنے اِس اصل ہدف سے جو اُس کے بڑوں نے انیسویں صدی میں طے کیا تھا، اُس سے پسپائی اختیار کر لے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا ہے۔ اُس کی پالیسی یہ دکھائی دے رہی ہے جو گُڑ سے مرے اُسے زہر دینے کی کیا ضرورت ہے۔ گریٹر اسرائیل اصل ہدف ہے جو بہر صورت حاصل کیا جائے گا۔

اب آ جائیے کہ مذہبی نقطۂ نظر سے اسرائیل کو تسلیم کر لینے میں کیا رکاوٹ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی آخری اور حتمی کتاب قرآن پاک آغاز ہی میں یہودیوں کو مغضوب اور گمراہ قرار دیتی ہے۔ ہر مسلمان اپنی نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھتا ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ گویا وہ اللہ تعالیٰ کا یہودیوں کے بارے میں یہ فتویٰ بار بار دہراتا ہے۔ یقیناً ایک وقت تھا جب یہودی ایک مسلمان قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اِس قوم پر بڑی عنایات کیں۔ اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کو جو معجزات عطا کیے تھے، اُس کے تمام تر فوائد تو بنی اسرائیل کو پہنچے۔ اُنھیں فرعون کی غلامی سے نجات دلائی۔ دریا میں پانی کی دیواریں کھڑی کر کے اللہ نے اُن کے لیے راستہ بنایا۔ اُن کے لیے من و سلویٰ اُترا۔ عصا کی ضرب سے اُن کے ہر قبیلے کے لیے پہاڑ سے چشمے جاری ہو گئے۔ اُنھیں دھوپ کی شدت سے بچانے بادل اُن کے سروں پر چلتے رہے، لیکن وہ ہمیشہ بدعہد قوم ثابت ہوئی۔ کبھی بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیتی اور نت نئے مطالبات کرتی جو اکثر پورے کر دیے جاتے۔ لیکن اُنھوں نے وقت آنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر جہاد کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر اُنھوں نے انبیاء کو قتل کیا۔ لہٰذا وہ بحیثیت امت معزول کر دیے گئے جتنا اُن کا اعزاز کیا گیا تھا، اُتنی ہی بلندی سے وہ نیچے پھینکے گئے۔ پھر جب نبی آخر الزماں خاتم النبیین و مرسلین ﷺ مبعوث ہوئے تو آپؐ کی مخالفت جتنی شدت سے یہودیوں نے کی، اُتنی اہل کتاب میں سے کسی اور نے نہ کی۔ لہٰذا قرآنِ پاک کی سورۃ المائدہ کی آیت 82 میں اللہ فرماتا ہے: (ترجمہ) ''(اے پیغمبرؐ) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔'' مسلمانوں نے یہودیوں کو بدعہدی کی بنیاد پر پہلے مدینہ اور اُس کے انواح و اطراف سے نکالا اور بعد ازاں خیبر سے اُنھیں نکالا گیا۔ عیسائیوں نے جب بیت المقدس حضرت عمرؓ کی وساطت سے مسلمانوں کے حوالے کیا تو یہ شرط رکھنا چاہی کہ وہ کبھی یہودیوں کو یہاں آنے کی اجازت نہ دیں گے تو حضرت عمرؓ نے اِس شرط کو تھوڑا سا نرم کر کے قبول کر لیا کہ یہودی یروشلم کو وزٹ تو کر لیا کریں، لیکن وہ کبھی یہاں آباد نہیں ہوں گے۔

مسلمانانِ پاکستان کو یہ بھی یاد رکھنا ہو گا کہ تین مقدس ترین مقامات صرف وقت کے مسلمانوں کے لیے ہیں: مکہ، مدینہ اور بیت المقدس۔ یہاں اللہ کے کسی دشمن کا قبضہ مسلمان کسی صورت میں قبول نہیں کریں گے۔ تاریخ میں بیت المقدس پر جب بھی غیروں کا قبضہ ہوا مسلمان اِس قبضہ کو چھڑانے کی کوشش کرتے رہے۔ اب اگر پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرتا ہے تو ظاہر ہے بیت المقدس پر اُس کے قبضہ کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دجال اسرائیل کو اپنا ہیڈ کوارٹر یا مرکز بنائے گا۔ وہاں ہی سے وہ لوگوں کو جنت اور دوزخ دے رہا ہو گا یعنی اپنے ماننے والوں پر نوازشیں کر رہا ہو گا اور حقیقی مسلمانوں پر بدترین ظلم و ستم ڈھا رہا ہو گا۔ آخری زمانے میں جو جنگیں ہوں گی اُس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں جہنم واصل ہو گا۔ تب وہ لُد سے فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں اسرائیل نے ایک ائیر پورٹ بنا دیا ہوا ہے۔ کیا ہم اُسے تسلیم کر لیں جس سے تا قیامت ہماری موجودہ اور آنے والی نسلوں سے جنگ طے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اِس قسم کے سوالات اُٹھا رہے ہیں۔ اُن کی سوچ مادہ پرستانہ تو ہے ہی انتہائی سطحی اور احمقانہ بھی ہے۔ جو اپنے آج کے لیے دنیا میں بھی اپنے مستقبل کو تباہ کر لیتے ہیں اور آخرت کی شاید اُن کو کوئی پرواہ نہیں گویا چند ٹکوں کی خاطر دُنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کرنے پر تُلے بیٹھے ہیں۔

باطل کو صرف نظامِ عدل سے بیر ہے

(سورہ الطور کی آیت 29 کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے 13 نومبر 2020ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

آج ہم سورۃ الطور کے دوسرے رکوع کا مطالعہ شروع کریں گے ان شاء اللہ ۔ نبی اکرم ﷺ اور کفارِ مکہ کے درمیان جو کشاکش جاری تھی اُس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس رکوع میں دعوت فکر دی ہے۔ قرآن حکیم میں جب کوئی خاص پس منظر، واقعہ یا احوال بیان ہو رہا ہوتا ہے تو اس میں ہمارے لیے بھی راہنمائی کا سامان موجود ہوتا ہے ۔ حقیقت میں قرآن نازل ہی ہماری راہنمائی کے لیے ہوا ہے لیکن بدقسمتی سے آج ہم نے قرآن کو محض حصول ثواب کی مقدس کتاب سمجھ لیا ہے جو کبھی ماہ رمضان میں کھولی جاتی ہے اور اس کی تلاوت کر لی جاتی ہے ،اس کے بعد اس کو بند کر دیا جاتا ہے۔ ماضی میں یہ بھی ہوتا تھا کہ لوگ جب اپنی بیٹیوں کو رخصت کرتے تھے تو ایک ڈبے کے اندر قرآن بیٹی کے سر پر رکھ کر اس کو رخصت کیا جاتا تھا لیکن قرآن کو کھول کر نہ کبھی اس بیٹی نے پڑھنا تھا اور نہ اس کے گھر والوں نے پڑھنا تھا کہ اس میں لکھا کیا ہے؟ آج اُمت مسلمہ کی پستی اور مغلوبیت کی اصل وجہ بھی یہی ہے کہ ہمارے لیے جو چیز راہنمائی اور ہدایت کا منبع تھی اسے ہم نے فراموش کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ)) ’’اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعے سے کچھ قوموں کو بام عروج تک پہنچائے گا اور اسی کو ترک کرنے کے باعث کچھ کو ذلیل و خوار کر دے گا‘‘ (صحیح مسلم)

علامہ اقبال نے اسی کی ترجمانی کی ۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

یہ سوچنا کہ قرآن مجھ سے کلام کر رہا ہے، اس میں میرے لیے راہنمائی ہے، اس لیے اس کو پڑھنا اور سمجھنا ایک مسلمان کا شوق ہونا چاہیے ۔ جب یہ طلب اور تڑپ ہوگی تو اللہ کی قسم یہ قرآن ہم سے بولتا ہوا محسوس ہوگا، کلام کرتا ہوا محسوس ہوگا اور قدم قدم پر ہماری راہنمائی کرے گا۔ تکمیل قرآن اور ختم قرآن کے موقع پر یہی دعا کی جاتی ہے: ((اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْآنِ الْعَظِیْمِ، وَاجْعَلْہُ لِیْ اِمَامًا)) ’’اے اللہ! مجھ پر رحم فرما قرآنِ عظیم کی بدولت اور اس کو میرے لیے امام بنا دے۔‘‘

مرتب: ابو ابراہیم

یعنی جس طرح ہم نماز میں امام کو فالو کرتے ہیں اسی طرح قرآن کو امام بنانے کا مطلب ہے کہ قرآن جو کہتا جائے ہم اس کے مطابق عمل کریں اور یہ تب ہوگا جب ہمیں معلوم ہو کہ قرآن کیا کہہ رہا ہے۔ اگر عربی نہیں آتی تو اس کا ترجمہ پڑھا جائے ،اس کی تشریح پڑھی جائے ،قرآن کی محافل میں شرکت کی جائے ،جہاں مشکل پیش آئے صاحب علم افراد سے معلومات حاصل کی جائیں ۔ہم یہ کریں گے تو پتا چلے گا کہ قرآن چاہتا کیا ہے ۔تب قرآن امام بنے گا، تب ہم قرآن کے پیچھے پیچھے چلیں گے ۔ قرآن کا تقاضا ہے کہ ہم اس کو پڑھیں ، سمجھیں اور اس کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی جدوجہد کریں اور پھر اس کی راہنمائی میں اللہ کے احکامات کو اپنی اجتماعی زندگی میں بھی نافذ و غالب کرنے کی جدوجہد کریں ۔ یہ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے ۔مگر موجودہ دور میں گویا مسلم ممالک کے اندر یہ طے کر لیا گیا ہے کہ ہم نے قرآن کے احکامات کو ایک طرف رکھنا ہے اور اس کی بجائے مغربی احکامات وقوانین کو نافذ کرنا ہے اور یہی دراصل اُمت مسلمہ کی تباہی و بربادی کا سب سے بڑا سامان ہے ۔اب آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ آج کے مطالعہ میں قرآن ہمارے لیے کیا راہنمائی لاتا ہے ۔فرمایا:

﴿فَذَكِّرْ﴾ ’’تو (اے نبی ﷺ!) آپ تذکیر کرتے رہیے‘‘ (الطور:29)

تذکیر کا مطلب ہے بار بار یاددہانی کرانا۔ یہ خطاب جمعہ بھی تذکیر کا ایک اہم ذریعہ ہے ۔ظہر کی نماز میں چار رکعتیں فرض ہیں جبکہ نماز جمعہ میں دو رکعت فرض پڑھی جاتی ہیں ۔بقیہ دو فرض خطاب جمعہ کے مساوی ہیں ۔ ہمارے ہاں عربی خطبہ 5 منٹ کا ہوتا ہے اس لیے کہ یہاں عربی نہیں سمجھی جاتی ۔لہٰذا یہاں اردو میں جو خطبہ دیا جاتا ہے وہ اصل تذکیر ہے ۔ ہفتہ بھر کی دیگر مصروفیات سے دلوں پر غفلت کے پردے پڑ جاتے ہیں ،انسان زندگی کے اصل مقصد کو بھول جاتا ہے اور بھول کا علاج یاددہانی ہے ۔لہٰذا اس یاددہانی کے لیے جمعہ کا خطاب ہوتا ہے ۔حضور ﷺ کا خطبۂ جمعہ کیسا ہوتا تھا؟ ابوداؤد کی روایت ہے:

((کَانَ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَیُذَکِّرُ النَّاسَ))

’’آپ قرآن کی آیات پڑھتے تھے اور لوگوں کو تذکیر اور نصیحت فرماتے تھے‘‘۔

حضور ﷺ جمعہ کے خطبہ میں قرآن کے ذریعے لوگوں کی تذکیر فرماتے تھے اور اس کے علاوہ بھی آپ ﷺ

نے قرآن کو لوگوں کی دعوت وتذکیر کا ذریعہ بنایا۔اللہ نے قرآن میں یہی ہدایت آپ ﷺ کو فرمائی:

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝٥٥﴾

’’اور آپ تذکیر کرتے رہیے‘ کیونکہ یہ تذکیر اہل ایمان کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔‘‘(الذاریات)

جس انسان میں ہدایت کی خواہش اور طلب ہوگی، تڑپ ہوگی وہ فائدہ اٹھائے گا اور جس کے نصیب میں ہدایت نہیں ہوگی وہ تکبر میں کچھ بھی سمجھے، دعوت دینے والے اور نصیحت کرنے والے کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

جیسا کہ مشرکین مکہ کا ردعمل تھا کہ وہ تکبر میں آپ ﷺ کی دعوت اور نصیحت پر آپ ﷺ پر طرح طرح کے بہتان لگانے لگے۔ حالانکہ آپ ﷺ کی چالیس برس کی زندگی ان کے سامنے تھی۔انہوں نے ہی آپ ﷺ کو الصادق والامین کا خطاب دیا تھا۔ وہی لوگ آپ ﷺ کے پاس امانتیں بھی رکھواتے تھے اور آپ ﷺ سے اپنے فیصلے بھی کرواتے تھے۔حتیٰ کہ حجر اسود کو نصب کرتے وقت جب قریش میں جھگڑا کھڑا ہوگیا‘ اس وقت آپ ﷺ کی عمر 35 برس تھی‘ تمام سرداران قریش نے بالآخر اس پر اتفاق کیا کہ آپ ﷺ کو امین بنایا جائے۔ آپ ﷺ جو فیصلہ کریں اسے قبول کرلیا جائے۔ گویا تمام اہل قریش کو آپ ﷺ پر اس قدر اعتماد تھا لیکن جب آپ ﷺ نے حق کی یہ دعوت پیش کی کہ:

((قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا))

’’کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تم فلاح پا جاؤ گے۔‘‘

تو جواب میں ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو کاہن ہیں، مجنون ہیں، استغفر اللہ، معاذ اللہ۔ زیر مطالعہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہی تلقین فرمائی کہ آپ ﷺ لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے، ان کی باتوں سے دل کو چھوٹا مت کیجئے۔ فرمایا:

﴿فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۝٢٩﴾ ’’تو (اے نبی ﷺ!) آپ تذکیر کرتے رہیے‘ پس آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔‘‘ (الطور:29)

کاہن وہ لوگ ہوتے ہیں جو شیاطین کی مدد سے کسی کے دل ودماغ میں ملمع سازی والی بات ڈال دیا کرتے ہیں۔قرآن حکیم کے مختلف مقامات کے ذیل میں یہ تفصیل بیان ہوئی ہے۔شیطان وسوسہ اندازی کے ذریعے انسانوں کو گمراہ کرتا ہے اور شیطان اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ اس کی پوری پارٹی ہے جس کو سورۃ المجادلہ میں اللہ تعالیٰ نے حزب الشیطان کہا ہے۔ کاہن وہ ہیں جن کے دل ودماغ میں شیطان کوئی بات ڈال دیتا ہے اور وہ اس میں سو باتیں شامل کر کے لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بات درست ہوگئی تو لوگ اس کو کرامت سمجھ کر ہر پریشانی کا حل پوچھنے اس کے پاس جاتے ہیں اور وہ ان کو لوٹ کر پیسہ کماتا ہے۔ یہ بہت بڑا الزام تھا جو اہل قریش نے آپ ﷺ پر لگایا حالانکہ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا، کیا وہ رب کائنات کے بارے میں جھوٹ بولیں گے؟ معاذ اللہ!

اصل مسئلہ یہ تھا کہ سرداران قریش کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ جو دعوت پیش کر رہے ہیں وہ حق پر مبنی ہے مگر اس دعوت وتبلیغ سے سرداران قریش کی سرداریوں اور ان کے قائم کیے ہوئے باطل نظام کو خطرہ لاحق تھا۔اس لیے وہ آپ ﷺ کی مخالفت پر اُتر آئے تھے لیکن ان مصیبت کے ماروں کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ محمد مصطفی ﷺ کی مخالفت کریں تو کیسے کریں؟ اس لیے وہ کبھی کاہن، کبھی جادوگر، کبھی ساحر، کبھی مجنون کہتے تھے۔ چونکہ حق کی مخالفت کرنے والے بلاجواز مخالفت کرتے ہیں اس لیے وہ کسی ایک بہتان پر یکسو نہیں رہ سکتے اور مختلف بہتانوں کا سہارا لیتے ہیں۔ جبکہ حق ہمیشہ واحد ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم میں ہدایت کے ضمن میں نور کا لفظ ہمیشہ واحد

پریس ریلیز 27 نومبر 2020ء

مسلمانوں کا اسرائیل کو تسلیم کرنا دِین و دنیا کا خسارہ ہے

شجاع الدین شیخ

مسلمانوں کا اسرائیل کو تسلیم کرنا دِین و دنیا کا خسارہ ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ بانیٔ پاکستان قائد اعظم نے اسرائیل کے بارے میں پاکستان کی دوٹوک پالیسی وضاحت کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھ دی تھی۔ ہم ایک ایسی ناجائز ریاست سے کسی صورت کوئی تعلق نہیں رکھ سکتے جو فلسطینی مسلمانوں کی سرزمین پر غاصبانہ طور پر قابض ہے۔ یہودی وہاں نئی بستیاں بنا رہے ہیں جن کی بنیادوں میں فلسطینیوں کا خون ڈال رہے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے نام نہاد ’’دانشوروں‘‘ کی یہ دلیل انتہائی بودی ہے کہ اگر عرب اسرائیل کو تسلیم کر رہے ہیں تو اسرائیل کو تسلیم کرنے میں ہمیں کیا مسئلہ ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ اگرچہ فلسطینیوں پر ظلم وستم ڈھانا اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کی ایک وجہ تو ہے لیکن اسرائیل سے کسی قسم کا کوئی تعلق یا رابطہ نہ رکھنا اصلاً ہماری دینی تعلیمات کا حصہ ہے۔ قرآن پاک اُنھیں مغضوب اور گمراہ قوم قرار دیتا ہے۔ اُن کی تاریخ بدعہدی اور بے وفائیوں سے بھری پڑی ہے۔ اُنھوں نے انبیاء کو قتل کرنے جیسا بھیانک جرم کیا۔ درحقیقت یہودی ایک راندۂ درگاہ قوم ہے جس سے ہر نوع کا تعلق مسلمانوں کے لیے خسارے کا باعث ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ایک معروف اینکر نے اسرائیل کے i24 نیوز چینل کو انٹرویو دیا ہے جو ہمارے نزدیک اُن کے لیے باعثِ فخر نہیں بلکہ باعثِ شرمندگی اور ندامت ہونا چاہیے۔ جو کچھ اِس انٹرویو میں کہا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف سیاسی اور مذہبی حوالے سے مسلمانوں اور یہودیوں کی تاریخ سے بالکل نابلد ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ چاہے اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے دُنیا کتنا ہی دباؤ کیوں نہ ڈالے حکومتِ پاکستان کو کسی صورت اسرائیل کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں یقین ہے کہ پاکستانی مسلمانوں کی عظیم اکثریت اسرائیل سے کسی قسم کا کوئی تعلق رکھنے کے حق میں نہیں۔ ہمیں دُنیوی اسباب پر نہیں مُسبّب الاسباب پر بھروسا رکھنا چاہیے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

کے صیغے میں آتا ہے جبکہ اس کے مقابلے گمراہیوں اور تاریکیوں کے لیے ظلمات کا لفظ آتا ہے جو کہ جمع کا صیغہ ہے۔یعنی حق کے مقابلے میں جھوٹ اور باطل ایک مقام پر نہیں ٹک سکتا۔ اسی لیے کفار مکہ محمد مصطفی ﷺ کی مخالفت میں کسی ایک بات پر نہیں ٹک سکتے تھے۔کبھی وہ ساحر کہتے،کبھی کاہن اور کبھی مجنون۔مجنون اسے کہتے ہیں جس پر جن آگیا ہو،جس کی عقل ماؤف ہوجائے،جس کا کردار درست نہ ہو۔اب کفار مکہ کی ذہنی کیفیت تو دیکھئے کہ وہ ایک طرف آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے ہیں اور دوسری طرف محض مخالفت میں مجنون کہتے ہیں۔معاذ اللہ

یہاں اصل نکتہ سمجھ لیجئے کہ جب تک رسالت کا اعلان نہیں ہوا تھا اور آپ ﷺ محمد بن عبداللہ تھے تب تک اہل قریش آپؐ کے مداح تھے،آپؐ کو صادق وامین کہتے تھے،آپؐ سے اپنے فیصلے کرواتے تھے،آپؐ کی ہر بات پر یقین کیا جاتا تھا لیکن جیسے ہی نبوت کا اعلان ہوا اور آپ محمدؐ بن عبداللہ سے محمد رسول اللہ ﷺ قرار پائے تو فوراً آپ ﷺ کو ساحر، جادوگر، کذاب، کاہن اور مجنون کہا گیا اور آپ ﷺ کی کردارکشی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے راستے میں ہر طرح کے کانٹے بچھائے گئے،معاذ اللہ پتھر برسائے گئے،لہو بہایا گیا۔ایک موقع پر جب آپ ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور جب آپ ﷺ حالت سجدہ میں تھے تو آپ ﷺ کی مبارک پیٹھ پر اونٹ کی گندی اوجھڑی رکھ دی گئی،آپ ﷺ کو شعب ابی طالب میں تین سال تک قید رکھا گیا۔

فرق یہ ہوا کہ پہلے آپ ﷺ محمد بن عبداللہ تھے لیکن اب آپ ﷺ محمد رسول اللہ ہو گئے تو جھگڑا شروع ہو گیا۔(حالانکہ ہر نبی پیدائشی طور پر نبی ہوتا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تو اس وقت بھی اللہ کا رسول تھا جب آدم علیہ السلام کا مٹی کا پتلا بنایا جا رہا تھا۔

اس پس منظر میں آیئے ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں۔ آج ہمارے ہاں بھی جب رسول اللہ ﷺ کی دیانت پر، صداقت پر،اخلاق پر بات کی جاتی ہے تو کسی کو اختلاف نہیں ہوتا۔اُس وقت ابوجہل اور دوسرے سرداران قریش کو بھی اس پر اختلاف نہیں تھا۔لیکن جب آپ ﷺ نے کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ نے ایک مشن کے ساتھ مجھے بھیجا ہے،اب سے عبادت صرف اللہ کی ہوگی،تم بندے ہو تمہارا حکم نہیں چلے گا۔قرآن میں تین دفعہ آیا:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ ''فیصلے کا اختیار کسی کو نہیں سوائے اللہ کے۔''(الانعام:57،یوسف:40،67)

تو یہیں سے جھگڑا کھڑا ہو گیا۔اس وقت ابوجہل وقت کا چودھری تھا اس نے کہا نہیں!ہماری بات چلے گی،اسی طرح دوسرے سرداروں کی سوچ تھی کہ سرداری تو ہماری چلے گی۔اُس وقت دارالندوہ مشرکین کی پارلیمنٹ تھی، وہاں سردار بیٹھ کر فیصلے کرتے تھے۔چنانچہ ان کو یہ بات کھٹکنا شروع ہو گئی کہ اس بات کو ماننے سے ہماری چودھراہٹ، ہمارا نظام ختم ہو جائے گا۔چنانچہ وہیں سے جھگڑا شروع ہو گیا۔آج بھی آپ اگر دیانت،صداقت، ہمدردی، رحمدلی کی بات کرتے ہیں تو اس سے کسی کو تکلیف نہیں ہوگی لیکن جیسے ہی آپ کہیں کہ: کہو لا الٰہ الا اللہ، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے،اسی کی عبادت ہوگی،اسی کا حکم چلے گا،اسی کا نظام چلے گا تو اس بات پر پوری دنیا جھگڑا کرنے کے لیے سامنے آجائے گی۔آج دنیا میں یہی تو جھگڑا ہے۔انفرادی سطح پر کہا جا رہا ہے کہ میرا جسم میری مرضی اور اجتماعی لیول پر ہمارا نظام ہماری مرضی کا نعرہ ہے۔کہا جا رہا ہے کہ اگر خدا کو ماننا ہے تو جاؤ مسجد میں جاؤ،مندر میں جاؤ، سنیگاگ میں جاؤ، چرچ میں جاؤ لیکن ریاستی معاملات میں ہماری مرضی چلے گی۔گویا آج ہم سے بھی تقاضا ہے کہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی بات کرو، چالیس سال تک کی بات کرو، دیانت کی،امانت کی،صداقت کی بات کرو لیکن اس کے بعد کی بات نہ کرو کہ شریعت،نظام اور حکم اللہ کا چلے گا۔

دین یہ چاہتا ہے کہ بندے بندوں پر حاکم نہ بنیں، بندے تو محض اللہ کے نمائندے ہیں، وہ اپنی مرضی کے مطابق نہیں بلکہ اللہ کی مرضی کے مطابق نظام چلائیں۔ آج مجھے اور آپ کو محمد مصطفی ﷺ کا امتی بننا ہے اور ان کے لائے ہوئے دین کی دعوت کا کام کرنا ہے۔اس دین کو قائم ونافذ کرنے کی جدوجہد کرنی ہے تو کیا لوگ ہمیں چھوڑ دیں گے جبکہ جن رسول اللہ ﷺ کے کردار پر اُنگلی اُٹھانے کی گنجائش نہیں تھی اُن کو مخالفین نے کاہن،کاذب، مجنون اور ساحر کہہ دیا۔آج ہمارے کردار کیسے ہیں؟ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے کچھ پردہ رکھا ہوا ہے۔ہم اللہ کی صفت رحمت،صفت غفاری کے محتاج ہیں۔

یاد رکھیے!اگر دین حق کی راہ پر چلنا ہے تو مصائب آئیں گے۔اگر کچھ نہ بھی کیا ہوگا تو اس کا بھی الزام لگے گا۔ناکردہ گناہوں کی سزا بھی بھگتنا پڑے گی۔لیکن یہ رسول اللہ ﷺ کا مشن ہے اور اس کے لیے لازمی اٹھنا ہے۔جو رسول اللہ ﷺ کے مشن میں،ان کے دعوتی کام میں شریک نہیں،ان کے لائے ہوئے دین کے نفاذ کی جدوجہد میں شریک نہیں۔وہ سچا امتی کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔امام الانبیاء ﷺ جو اللہ کے محبوب ہیں، تمام جانوں سے قیمتی جان محمد مصطفی ﷺ کی ہے،جس کی قسم اللہ نے قرآن میں کھائی ہے:

﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝﴾

''قسم ہے آپؐ کی جان کی،وہ لوگ اپنی اس بدمستی میں بالکل اندھے ہو گئے تھے۔''(الحجر)

جس جان کی قسم رب نے کھائی اس جان کا خونِ اطہر اللہ کی راہ میں طائف کی گلیوں میں بہایا گیا ہے،احد میں بہایا گیا تو آج امتی کی جان کی کیا حیثیت ہے؟ ہاں اُمتی کی جان قیمتی ہوگی،اُمتی کا مال قیمتی ہوگا،اُمتی کے وسائل قیمتی ہو جائیں گے،امتی کی اولاد قیمتی ہو جائے گی اگر وہ اس راہ میں لگے جس راہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی محنتیں لگیں۔

اس آیت میں ہمارے لیے رہنمائی یہ ہے کہ دعوت کا کام ہر مسلمان کو کرنا ہے۔یہ محض مسجد کے امام، خطیب یا کسی دینی جماعت کے دو چار افراد کا کام نہیں ہے،دعوتِ دین کا کام ہر امتی پر فرض ہے۔امتی ہونے کا تقاضا ہی یہ ہے کہ وہ دین کا کام کرے لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ کیا آج ہمارا کردار ہماری دعوت کا ثبوت پیش کر رہا ہے؟اللہ نے امام الانبیاء ﷺ کا کردار پہلے چالیس سال تک پیش کیا،پھر دعوت کا کام شروع ہوا۔لیکن آج اکثر اُلٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ دعوت کا کام تو پہلے ہے اور بہت ہو رہا ہے لیکن عملی ثبوت کہیں نہیں ہے۔ہمیں اس امر کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم خطا کار ہیں لیکن مجموعی کردار کو تو درست رکھنا چاہیے۔ کوئی کوتاہی ہو جائے تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔اللہ سے معافی مانگ لو۔لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے معمولات زندگی،رُخِ زندگی ہماری دعوت کا ثبوت پیش کر رہے ہیں کہ نہیں؟ دعوت کا کام کرنے میں مشکلات آئیں گی لیکن اتنی نہیں جتنی نبی ﷺ کے دور میں صحابہؓ کو پیش آئی تھیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو دعوت دین کا کام کرنے، نفاذِ اسلام کے لیے جدوجہد کرنے اور اس کے راستے میں مصائب برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

4

حضورِ حق _ 1 _ (III)

دلِ من در کشادِ چون و چند است
نگاہش از مہ و پرویں بلند است
بدہ ویرانۂ در دوزخ اُو را
کہ ایں کافر بسے خلوت پسند است!

ترجمہ

(اے اللہ) میرا دل تو ہمہ وقت سوچتا رہتا ہے اور وہ اس مادی کائنات کی گتھیاں سلجھانے میں کیفیت (چوں / کیوں) اور کمیّت (چند، تعداد، وزن) یعنی QUALITY اور QUANTITY کے چکر میں رہتا ہے اس کی نگاہ اور حساب کتاب چاند اور ثریا سے بہت بلند ہے۔ بہت دُور اس کی سوچ اور تخیل کی حد ہے (ادھر آپ نے فرمایا ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے حساب لیا جائے گا) اے اللہ! میرے دل کو (ہلکا عذاب دے) جہنم میں کہیں ویرانہ میں ڈال دینا۔ اس لیے کہ یہ ناشکرا (کافر) اکثر اوقات (انسانی زندگی کے دوران بھی) خلوت پسند ہے اور میری سوچ سے الگ سوچ رکھتا ہے الگ مہم جوئی میں لگا رہتا ہے اور 'صاحب دل' سے الگ خاص اپنے پیمانے رکھتا ہے اور قدم بقدم صاحب دل (یعنی بیدار خودی کے مالک اور باضمیر اور زندہ روح والے انسان) کو اچھائی / برائی کا احساس دلاتا رہتا ہے۔

تشریح خودی فارسی کا لفظ ہے، اس لحاظ سے روح بھی کہا جاسکتا ا۔ اُردو میں روح کے اثرات ونتائج کو ضمیر کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں اردو میں باضمیر اور بے ضمیر کے الفاظ مستعمل ہیں یہ الفاظ خودی کی زندگی اور موت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ احساسات دل میں روحِ ربانی کے زندہ ہونے کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔

روح ہر انسان کو ملتی ہے مگر اس کے تقاضوں کے خلاف زندگی بسر کرنے سے روح مردہ ہو جاتی ہے اس کیفیت کا نام بے ضمیری اور مردہ ضمیری ہے۔ انسان درحقیقت ضمیر اور خودی یعنی روح کے زندہ ہونے اور ان احساسات کے محسوس ہونے سے ہی انسان کہلاتا ہے۔ مردہ ضمیر انسان انسان کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔ قرآن مجید ایسے بے روح انسانوں کو 'موتیٰ' مردوں کے حکم میں رکھتا ہے۔

حضورِ حق _ 1 _ (IV)

چہ شور است ایں کہ در آب و گل افتاد
ز یک دل عشق را صد مشکل افتاد
قرار یک نفس بر من حرام است
بمن رحمے کہ کارم با دل افتاد!

ترجمہ (جب سے انسان دنیا میں آیا ہے) دنیا میں یہی بحث ہے اور پانی اور مٹی (انسان) میں ایک معرکہ بپا ہے دل اسی بدن میں ہے مگر خودی اور روح یا ضمیر کا خمیر اس آب وگل سے نہیں اُٹھا (بلکہ روح ایک نورانی وجود ہے) دنیا میں سارے ہنگامے، جنگیں، کرپشن، بدامنی، لوٹ کھسوٹ وغیرہ اسی رُوح وبدن کی لڑائی ہے۔ دل (زندہ) سے عشق (اللہ کی حمیت) نے سینکڑوں مشکلات کھڑی کردی ہیں۔ میرے دل کے لیے ایک لحظہ بھی سکون حرام ہے (زندگی دل کی حرکت سے عبارت ہے دل حرکت کرنا بند کر دے یہی موت ہے) یہ دل ہمہ وقت حرکت میں رہتا ہے اور انسان کو اچھائی برائی کا سجھاتا رہتا ہے۔ یا اللہ! (میں غافل بھی ہو جاتا ہوں سوتا ہوں وغیرہ) دل ہمہ وقت کام کر کے میرے لیے زندگی کو مشکل بنا دیتا ہے، مجھ پر رحم فرما کہ میرا واسطہ اس دل سے پڑ گیا ہے۔

تشریح انسان سے پہلے دنیا میں حیوانات کی دنیا آباد تھی اور MIGHT IS RIGHT یا 'جس کی لاٹھی اس کی بھینس' یعنی جنگل کا قانون تھا۔ حیوانات یا جانور بھی لڑتے تھے، آخر جانور دنیا میں آیا ہے، وہ ہمیشہ کی زندگی نہیں لایا، اسے بالآخر جانا ہے۔ اوّلاً تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے جانور کو بڑے جانور کی خوراک بنا دیا ہے جس سے ہر جانور ایک خاص تعداد (جو اللہ ہی جانتا ہے) سے زیادہ موجود (زندہ) نہیں رہ سکتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا کو POLLUTION سے بچانے کے لیے بعض جانور مردار خور بنائے ہیں تاکہ صفائی کا انتظام رہے (سیلاب، آندھیاں وغیرہ بھی اسی نظام کا حصہ ہیں)۔ جبکہ انسان ذی شعور اور صاحب خودی مخلوق ہے اسے بھی دنیا میں زندگی ملی ہے اور ایک دن موت آنی ہے مگر انسانوں کی اکثریت اپنے حیوانی جبلی تقاضوں کے لیے ہی لڑ رہے ہیں دنیا میں قتل وغارت، لوٹ کھسوٹ، اختیارات کا ناجائز استعمال کرنا، چوری، ڈکیتی، ظلم، ناانصافی وغیرہ اسی کی شکلیں ہیں۔ اس ماحول میں صاحب خودی اور صاحب دل انسان کا دل کے نور، نورِ خودی اور آسمانی ہدایت، ہدایت انبیاء کرام کے مطابق زندگی گزارنا مقصود ہے اور دنیا میں حکومتی اور اجتماعی سطح پر بھی عدلِ اجتماعی کا اہتمام ضروری ہے اسی لیے جہاد یعنی اعلیٰ مقصد کے لیے اپنی جان قربان کر دینا یہ صرف انسانی خودی کی بنیاد پر انسانی جذبہ ہے جس کی خودی مردہ ہو اس میں یہ جذبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اے اللہ میرے لیے زندگی میں سکون ناممکن (حرام) ہے کہ میں تو اپنی دنیاوی مصروفیات میں غافل بھی ہو جاتا ہوں جبکہ دل ہمہ وقت انسان کو راہِ حق کی طرف رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ اے میرے رب! میری حالت بڑی قابل رحم ہے، تو مجھ پر خاص لطف وکرم فرما کہ میرا واسطہ دل سے آ پڑا ہے۔

اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حوالے سے پاکستان پر امریکہ اور سعودی عرب کی طرف سے پریشر آرہا ہے۔ لیکن چاہے ہمیں گھاس کھانی پڑ جائے مگر اسرائیل کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے: ایوب بیگ مرزا

این جی اوز فنڈنگ کے ذریعے مسلم معاشروں میں بے حیائی کو عام کر رہی ہیں تاکہ مسلمانوں کے اندر سے ایمان اور روح محمد ﷺ کو نکالا جاسکے: رضاء الحق

عرب ممالک کی اسرائیل نوازی اور بے حیائی کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: UAE حکومت نے حال ہی میں کسی بھی غیر شادی شدہ مرد اور عورت کو اکٹھے رہنے اور شراب کی کھلے عام خرید وفروخت کی اجازت دے دی ہے۔ کسی بھی اسلامی ملک میں یورپی ممالک والے قوانین کا نفاذ کیا معنی رکھتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس قانون پر جتنا افسوس کیا جائے اور اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ آپ اندازہ کریں جس علاقے میں اسلام نے جنم لیا اس میں ایسے قوانین بن رہے ہیں۔ یہ بے حیائی کی انتہا ہے کہ غیر منکوحہ جوڑے کا اکٹھے رہنا قانونی طور پر بھی تسلیم کرلیا جائے۔ بہت سی دوسری بیماریوں کے ساتھ یہ بیماری بھی یورپ سے آئی ہے۔ کوئی کام قانون کے خلاف ہو تو وہ بھی غلط ہے لیکن اگر کوئی اسلامی حکومت کسی حرام کام کی باقاعدہ قانونی طور پر اجازت دے دے تو یہ بہت ہی افسوسناک اور دکھ والا معاملہ ہے۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں کہ میں مذمت کر کے یہ سمجھوں کہ میں نے مذمت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اپنے غضب سے بچائے۔ کیونکہ یہ اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی بات ہے، یہ اشتعال انگیز بات ہے۔ اسلام میں حیا کی بہت اہمیت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) یعنی ”جب تم حیا کا پردہ اُٹھا دو تو پھر جو چاہے کرو“۔

حیا کا معاملہ انسان کے لیے ایک بیریئر کی طرح ہے۔ اگر اِس کو کراس کر دیا جائے تو پھر انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((الحیا شعبۃ من الایمان))

یعنی حیا ایمان کا شعبہ یا جزو ہے۔ اگر کسی میں حیا نہیں ہے اور وہ ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ بے حیائی اور ایمان اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک مسلمان کے اندر ایمان ہو اور وہ بے حیائی کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ UAE حکومت اس وقت یورپ کی تقلید میں اندھی ہو چکی ہے۔ ان کو دنیوی مال ومتاع اور اقتدار اس قدر عزیز ہو چکا ہے کہ اس نے ان کے اندر سے ایمان،

مرتب: محمد رفیق چودھری

دین اور آخرت کے تصور کو ہی نکال دیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم یورپ کو فالو کریں گے یعنی ان کا سا انداز اپنا لیں گے تو وہ ہمیں حکمران رہنے دیں گے، وہ ہماری حکمرانی پر اعتراض نہیں کریں گے۔ وہ ہمیں حکومت سے نہیں نکالیں گے۔ ایک مرتبہ ٹرمپ نے سعودی حکمرانوں کے بارے میں کہا تھا کہ اگر ہم ان کا ساتھ چھوڑ دیں تو وہ پندرہ دن حکمران نہیں رہ سکتے۔ میں حیران ہوں کہ عرب حکمران کیا موت جیسی حقیقت کو بھول گئے ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ اس دنیا میں اللہ کو نہ ماننے والے تو ہیں لیکن کوئی بیوقوف اور پاگل ایسا نہیں ہے کہ جو موت کا انکار کرے۔ یہ لوگ آخرت کی جوابدہی کو بھول گئے ہیں اور ان کو دنیا اتنی عزیز ہوگئی ہے کہ ان کے ذہنوں سے آخرت کا تصور ہی ختم ہوگیا ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے انہی وجوہات کی بناء پر کہا تھا کہ دنیا میں اللہ کا عذاب سب سے پہلے عربوں پر آئے گا اور پھر اس کے بعد پاکستان پر آئے گا۔ عربوں پر اس لیے عذاب آئے گا کہ وہاں اللہ کے آخری رسول ﷺ مبعوث ہوئے، قرآن پاک ان کی زبان میں ہے۔ ہم قرآن کو اس طرح سمجھ نہیں سکتے جس طرح وہ سمجھتے ہیں، وہ براہ راست اس کے مفہوم کو سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود قرآنی احکام کا انکار عذاب کو دعوت دینے والی بات ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان جنت میں جائے گا سوائے اس کے جو انکار کردے۔ صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کون ہوگا جو جنت میں جانے سے انکار کردے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے جنت میں جانے سے انکار کیا۔ اس وقت عرب نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث کے مصداق بنتے جارہے ہیں۔ جو انداز عربوں نے اختیار کیا ہوا ہے اس کا انجام دنیا میں ذلت و رسوائی ہے اور وہ یہ ذلت ورسوائی بھگت رہے ہیں اور ان کی آخرت میں بھی عذاب کا خطرہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے، اللہ انہیں اسلام اور دین کی طرف آنے کی توفیق دے۔ قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے جس میں ایک لڑکی کی حیا کو اللہ تعالیٰ نے اہمیت دی ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام طویل سفر طے کر کے مدین پہنچے تو وہاں کنویں پر لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ ایک طرف دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو لے کر کھڑی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان لڑکیوں کی مجبوری کو دیکھتے ہوئے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔

دوسری طرف اُن لڑکیوں نے گھر جا کر اپنے والد کو سارا واقعہ بتایا۔ اب ان میں سے ایک لڑکی اپنے والد کا پیغام لے کر جب آئی تو اس کی چال ڈھال کے لیے قرآن میں الفاظ آئے ہیں: ﴿فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ ز﴾ (القصص:25) ”اتنے میں اس کے پاس ان دو میں سے ایک لڑکی شرم وحیا کے ساتھ

چلتی ہوئی آئی۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک حیا اتنی اہم ہے کہ اس لڑکی کی حیا کو قرآن پاک کا حصہ بنا دیا۔ اسی طرح قرآن میں حضرت مریم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کو بیان کیا گیا ہے۔ حیا، پاک دامنی، عفت کی حفاظت کو اللہ، اللہ کے رسول ﷺ اور قرآن پاک نے بہت اہمیت دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیا دین کا جزو لاینفک ہے۔

سوال: یو اے ای کے حکمرانوں کا طرزِ عمل امریکی ایجنڈے کی تکمیل ہے یا ڈیل آف دی سنچری کا تسلسل ہے؟

رضاء الحق: نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے:

((وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ ......))

(بخاری) ''عرب کے لیے تباہی ہے، اس فتنے سے جو بہت قریب آچکا ہے۔''

اس کی سماجی، معاشی اور عسکری جہتیں ہیں۔ سماجی جہتیں تو اب کھل کر سامنے آنی شروع ہوگئیں ہیں۔ 13 نومبر کو ایک سعودی رائٹر اسامہ یمانی نے عکاظ اخبار کے اندر ایک مضمون لکھا ہے۔ جس میں اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بیت المقدس فلسطین میں نہیں ہے بلکہ وہ مکہ کے قریب ہے۔ یعنی وہ یروشلم کا حصہ نہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ 'ڈیل آف دی سنچری' کو کس راستے پر لے کے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یعنی وہ باقاعدہ پلاننگ کے تحت کنفیوژن پھیلا رہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ یو اے ای کے حکمرانوں کو اچانک خیال آ گیا کہ ہمیں قوانین پاس کرنے ہیں۔ اسرائیل کے ساتھ بھی بدستور تعلقات بڑھائے جا رہے ہیں۔ یو اے ای کے وزیر خارجہ نے چند دن قبل ہی اسرائیل کا دورہ کیا ہے۔ اس وقت عرب ممالک اور دوسرے اسلامی ممالک میں مغربی لائف سٹائل کو پسند کیا جاتا ہے۔ معاشی ایجنڈے کے پیچھے ان کی پلاننگ یہی ہے کہ مسلمان بھی ہم جیسے بن جائیں۔ پھر ان تمام اقدامات کے پیچھے ایک بڑی طاقت اسرائیل ہے وہ بھی تمام مسلمان ممالک کو اپنے اثر میں لیتا جا رہا ہے۔

سوال: اس وقت دنیا بھر میں مسلمانوں کو اسلامی تہذیب کی بجائے یورپی کلچر کیوں زیادہ Attract کر رہا ہے۔ مسلم معاشروں میں یورپی کلچر کے ان تابڑ توڑ حملوں کو کیسے روکا جاسکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ہمارے ایمان کے مطابق یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ اسلام صراط مستقیم ہے اور اس کے علاوہ کجروی ہے۔ اگر صراط مستقیم پر چلو گے تو آخرت میں کامیابی ہے۔ شیطان نے اللہ کو ایک نوع کا چیلنج کیا تھا کہ میں تیری مخلوق کو ورغلاؤں گا۔ ان میں سے وہ لوگ بچیں گے جو دین کے حوالے سے خالص ہوں گے۔ انسانی جسم مٹی سے بنا ہے اور اس کی تمام ضروریات مٹی سے آتی ہیں جن کا تعلق اس دنیا سے ہے۔ لہٰذا دنیوی معاملات کی طرف رغبت آسانی سے ہوجاتی ہے۔ جبکہ انسان کے روحانی وجود کے تقاضے جسم کے تقاضوں کے بالکل برعکس ہیں، ان میں مشقت زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر انتہائی سرد موسم میں بستر کو چھوڑ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے مسجد میں جانا کتنا مشکل ہے۔ لیکن جن پر اللہ کی خاص رحمت ہوتی ہے انہیں محسوس نہیں ہوتا۔ انسان کی جبلت میں ہے کہ وہ آسانی ڈھونڈتا ہے۔ وہ اپنی اس جسمانی خواہش کی تکمیل ڈھونڈتا ہے۔ پھر انسان میں سیکس

> 6 جنوری تک وائٹ ہاؤس ٹرمپ کے پاس ہے۔ اس سے پہلے پہلے وہ اسرائیل نوازی میں دنیا کو کسی بڑے خطرے سے دوچار کر سکتا ہے۔

کا جذبہ بہت زور آور طریقے سے رکھا گیا ہے۔ مغربی ماہر نفسیات فرائڈ کہتا ہے کہ سیکس کا جذبہ بھوک کے جذبے سے زیادہ طاقتور ہے۔ جب یہ جذبہ اُبھرتا ہے تو ہر بندے کا کام نہیں ہے کہ اس پر قابو پالے۔ اللہ نے اس کا ایک صحیح، فطری اور نیک راستہ بتایا کہ مرد کسی عورت سے شادی کر لے۔ باقی تمام راستے غلط راستے ہیں جو اس وقت آسانی سے دستیاب ہیں۔ انسانی جسم میں شہوت کا جذبہ بہت طاقتور ہے اگر انسان روحانی طور پر مضبوط نہ ہو تو پھر وہی ہوتا ہے جو یورپ میں ہوتا ہے۔ اسلام جنسی خواہش کو ختم کرنے کا نہیں کہتا۔ وہ کہتا ہے اس کا صحیح راستہ اختیار کرو۔ یعنی اسلام ایسا مذہب ہے جو بعض پابندیوں کے ساتھ آزادی بھی دیتا ہے۔ مثلاً اسلامی شریعت مسلمان کو پابند کرتی ہے کہ وہ اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے صرف اپنی بیوی کے پاس جاسکتا ہے، اس کے علاوہ وہ کوئی اور راستہ اختیار نہیں کر سکتا۔ لیکن مغربی معاشرہ اس قید و بند سے آزاد ہے لہٰذا وہاں اخلاقی اور سماجی اقدار کا جنازہ نکل چکا ہے۔

رضاء الحق: مغربی طاقتیں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام سوشل انجینئرنگ کے پروگرام کے تحت اس ایجنڈے کو مسلم ممالک میں پھیلا رہی ہیں۔ آج سے بیس سال پہلے یہ کام شروع ہو چکا تھا اس حوالے سے وہ مختلف کانفرنسز منعقد کر چکے ہیں۔ اب انہوں نے میڈیا کو بطور آلہ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ پھر این جی اوز نے اس میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ این جی اوز فنڈنگ کے ذریعے مسلم معاشروں میں بے حیائی کو عام کر رہی ہیں تاکہ ان کے اندر سے ایمان بالکل ختم ہوجائے اور ان کے اندر سے روح محمدی ﷺ کو نکالا جاسکے۔ اس کی روک تھام کے لیے حکمران، میڈیا، علماء اور عوام کو کھل کر میدان میں آنا پڑے گا۔

سوال: نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو بڑی جنگ چھڑ جانے کے خدشے کے پیش نظر اس کے مشیروں نے ایران کی ایٹمی تنصیبات پر حملے سے روک دیا تھا۔ اس خبر میں کس حد تک صداقت ہے اور اگر واقعتا ایسا کوئی منصوبہ بن رہا تھا تو اس کے کیا نتائج سامنے آسکتے تھے؟

رضاء الحق: اس وقت امریکی انتخابات میں جو بائیڈن صدر منتخب ہو چکا ہے لیکن وائٹ ہاؤس ابھی تک ٹرمپ کے پاس ہے اور اس کی خاص کابینہ اس کے ساتھ ہے۔ ٹرمپ کے پاس سٹریٹ پاور موجود ہے۔ پھر امریکہ میں طاقتور ریاستیں موجود ہیں جو اپنے زیادہ تر فیصلے خود کر لیتی ہیں۔ ان ریاستوں کی کافی طاقت ٹرمپ کے پاس موجود ہے۔ اب ٹرمپ داخلی طور پر اپنے آپ کو مزید مضبوط کرے گا اور پھر خارجی سطح پر کچھ ایسے اقدامات کرے گا جس سے آئندہ آنے والی حکومت کے لیے مشکلات زیادہ ہو جائیں گی۔ مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا دو ایسے خطے ہیں جہاں اگر چنگاری بھڑک اُٹھے تو کشیدگی بڑھ سکتی ہے اور کسی بھی لیول تک جاسکتی ہے۔ اوباما دور میں ایران کے ساتھ ایٹمی معاہدہ ہوا تھا جس کو ایران اور امریکہ اور یورپ نے تسلیم کیا تھا لیکن اسرائیل نے اس کو اب تک تسلیم نہیں کیا۔ ٹرمپ کو اس معاہدے کے خلاف اکسانے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں لیکن براہ راست حملہ کرنے کی بات سامنے نہیں آئی تھی۔ ابھی شنید یہ ہے کہ ٹرمپ کی سوچ اور پینٹا گون کے پریشر نے مل کر وائٹ ہاؤس میں اس پر بات کی کہ آئندہ کچھ ہفتوں میں ایران پر حملہ کیا جائے کیونکہ 6 جنوری تک وائٹ ہاؤس ٹرمپ کے پاس ہے تو وہ اس سے پہلے پہلے ہی کچھ کرنا چاہ رہا ہے لیکن واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ کے مطابق اس کے چار مشیر اس بات پر راضی نہیں ہوئے۔

سوال: نومنتخب امریکی صدر جو بائیڈن نے اپنی انتخابی مہم میں ایران کے ساتھ ایٹمی معاہدے کی تجدید کے عزم کا اظہار کیا تھا۔ کیا ڈونلڈ ٹرمپ کی طرف سے ایران کے خلاف کوئی بھی ممکنہ فوجی اقدام نئی امریکی قیادت کے لیے مشکلات پیدا نہیں کر دے گا؟

ایوب بیگ مرزا: امریکہ اور ایران کے درمیان کشمکش خمینی انقلاب کے بعد سے شروع ہوئی۔ میں اُس وقت سے کہہ رہا ہوں کہ یہ دھمکیاں، یہ کشمکش سب جعلسازی اور نورا کشتی ہے۔ بلکہ میں یہاں تک کہتا ہوں کہ خمینی انقلاب میں امریکہ مددگار تھا۔ کیونکہ اس انقلاب کو چالیس برس ہو چکے ہیں لیکن اس عرصے میں امریکہ نے کتنے ممالک تباہ کیے۔ جن کو تباہ کیا ان میں سے کسی کو بھی اتنی دھمکیاں نہیں دیں جتنی ایران کو دیں لیکن ایران پر ایک گولی نہیں چلائی۔ لہٰذا میں تو ان کی جنگ، ان کا تنازع ہمیشہ مشکوک سمجھتا ہوں۔ میں تو اس خبر کو جھوٹی سمجھتا ہوں کہ یہ خبر جان بوجھ کر لیک کی گئی ہے۔ بہر حال امریکہ اور ایران کا جنگی تنازع شروع سے ہی فراڈ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امریکہ ایران کو کبھی کچھ نہیں کہے گا۔ میری نظر میں امریکہ نے مسلمان ممالک میں سے ایران کو تباہ کرنے یا اس سے جنگ کرنے کے لیے سب سے آخر میں رکھا ہوا ہے۔ یقیناً وہ ایران کے خلاف کارروائی کرے گا لیکن وہ پہلے باقی ساری رکاوٹیں دور کر کے کرے گا۔ ان رکاوٹوں میں ایک رکاوٹ پاکستان بھی ہے۔ البتہ پہلے پاکستان کو نشانہ بنائے یا ایران کو اس کا فیصلہ کرنا تھوڑا مشکل ہے لیکن جب تک عرب ممالک میں کچھ نہ کچھ جان ہے وہ ایران یا پاکستان کی طرف نہیں آئے گا۔ کیونکہ ایران امریکہ کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ وہ اسرائیل کا مسئلہ ہے اور اسرائیل امریکہ کی گردن پہ بیٹھا ہوا ہے۔ لہٰذا اسرائیل کا مسئلہ خود بخود امریکہ کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ پھر وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ شیعہ سنی کشمکش آخر تک چلے۔

سوال: ڈی جی آئی ایس پی آر اور وزیر خارجہ پاکستان نے حالیہ پریس کانفرنس میں بھارت پر پاکستان میں دہشت گردی کے نہ صرف الزامات لگائے ہیں بلکہ اُن کے ثبوت بھی پیش کیے ہیں۔ آپ کی اس حوالے سے کیا رائے ہے؟

رضاء الحق: یہ پریس کانفرنس تقریباً پچاس منٹ کی تھی اور اس میں انہوں نے کھل کر 'را' کے ایجنٹوں اور لوکل ایجنٹوں کے نام لیے، ان کو مالی مدد کہاں سے ہو رہی تھی اور کتنی ہو رہی تھی، ان کے ہینڈلرز کون تھے، پھر ان کو لیٹرز جہاں سے آئے تھے اس سب کے بارے میں بتایا۔ یہاں تک کہ ان کی ٹیلی فون کالز بھی سنائی گئیں۔ لیکن انڈیا کے اوپر اس چیز کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اس کے ردعمل میں انڈیا نے اپنے بیانیہ میں کچھ متنازع باتیں ہی کی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس خطے میں کچھ تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ حال ہی میں یہاں آر سی ای پی کے نام سے ایک تجارتی بلاک بنانے کی ابتدا کی جا چکی ہے جس میں چین، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، جاپان اور ساؤتھ کوریا سمیت دس آسیان ممالک شامل ہیں۔ یہ دنیا میں سب سے بڑا تجارتی بلاک بن رہا ہے جو امریکہ کے لیے خطرہ بھی ہے۔ اب یہ کس حد تک چلتا ہے یہ وقت ہی بتائے گا۔ کیونکہ یہ سارے ممالک مختلف کشتیوں کے سوار ہیں۔ جاپان اور آسٹریلیا چار ممالک کے دوسرے اتحاد میں بھی شامل ہیں جو عسکری اتحاد ہے۔ اسی طرح کشمیر میں سرحدی جھڑپوں میں کافی شدت آئی ہے بلکہ ایک چھوٹی جنگ ہوئی جس میں دونوں طرف سویلین سمیت 15 ہلاکتیں ہوئی ہیں اور 30 کے قریب لوگ زخمی ہوئے۔ ہماری طرف نیلم وادی میں نقصان ہوا لیکن انڈیا کو پاکستان سے زیادہ نقصان ہوا لیکن چونکہ چکوٹھی سیکٹر میں انڈیا کی سائیڈ پر مسلمانوں کی آبادی ہے اس لیے وہاں مسلمان بھی نشانہ بنے۔ کچھ عرصہ پہلے فارن پالیسی میگزین نے ایک مضمون چھاپا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ داعش کو انڈیا سپورٹ کر رہا ہے۔ ڈی جی آئی ایس پی آر کی پریس کانفرنس میں اس کا بھی ذکر باقاعدگی سے آیا۔ اس پریس کانفرنس میں اس کا ذکر ہونا خوش آئند ہے کیونکہ اس میگزین نے اس مضمون میں صرف نام انڈیا کا لیا تھا، کچھ داعش کے کنکشن کا نام لیا تھا، کچھ انڈیا یا ہارڈ لائن حکومت کا نام لیا گیا تھا لیکن پھر سارا الزام مسلمانوں کے اوپر ڈال دیا تھا اور نور محمد شفیق جیسے نام لکھ کر یہ باور کرایا گیا تھا کہ یہ لوگ دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث ہیں لیکن ریکارڈ کو درست کرنے کے لیے بتانا ضروری تھا کہ اس میں 'را' ملوث ہے اور ان کے ہندو ایجنٹس بھی ملوث ہیں۔ جبکہ اس مضمون میں یہ بات چھپا دی گئی تھی اور سارا الزام مسلمانوں پر ڈال دیا گیا تھا۔

ایوب بیگ مرزا: انڈیا کا معاملہ ''چور مچائے شور'' والا رہا ہے۔ اس نے ہمیشہ دہشت گردی کا ڈھنڈورا پیٹا، لیکن حقیقت میں دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک خود انڈیا ہے۔ یہی بات اس پریس کانفرنس میں کہی گئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں کسی حکومت نے کھل کر اس طرح صاف بات کی ہے ورنہ ہم ہمیشہ گول مول باتیں کرتے رہے ہیں۔ پاکستانی عوام کو اس پر شدید رنج و غصہ تھا کہ سب کچھ 'را' کروا رہی ہے اور اس کا کوئی نام ہی نہیں لے رہا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب نہ صرف نام لیا گیا ہے بلکہ ثبوت بھی پیش کیے گئے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ تمام ثبوت اقوام متحدہ کو بھی پیش کر دیے گئے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ انڈیا کے خلاف یو این او کوئی اقدام نہیں کرے گا اور نہ اسرائیل کے خلاف کوئی قدم اٹھایا جائے گا۔ کیونکہ یو این او تو بنی ہی اس لیے تھی کہ کچھ کا تحفظ کرنا ہے اور کچھ کو رگڑا دینا ہے۔ بہر حال مسلمان ممالک کو رگڑا ملنا ہے اور غیر مسلم ممالک کو یو این او نے سپورٹ کرنی ہے۔

سوال: کہا جا رہا ہے کہ پاکستان پر اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حوالے سے شدید امریکی دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ ان خبروں میں کس حد تک صداقت ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بات ہے میرا خیال ہے کہ امریکہ سے زیادہ اس کے پیچھے سعودی عرب ہے۔ یعنی یہ پریشر پاکستان پر امریکہ اور سعودی عرب دونوں کے ذریعے آ رہا ہے۔ ایک وقت تھا کہ جب امریکہ پاکستان کے ذریعے سعودی عرب پر پریشر ڈالتا تھا۔ اب اُلٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ کیونکہ سعودی عرب اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے مکمل طور پر تیار تھا لیکن جب پاکستان کی طرف سے واضح طور پر اعلان ہو گیا کہ ہم کسی قیمت پر اسرائیل کو تسلیم نہیں کریں گے تو سعودی عرب میں شدید ری ایکشن کی صورت پیدا ہو گئی کہ اگر اب سعودی عرب تسلیم کرتا ہے تو پھر سعودی حکومت کے لیے بڑا مسئلہ بن سکتا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اب سعودی عرب امریکہ کو کہہ رہا ہے کہ مجھ سے اسرائیل کو تسلیم کروانا ہے تو پہلے پاکستان سے کرواؤ۔ چنانچہ امریکہ پاکستان پر بہت زیادہ پریشر ڈال رہا ہے کیونکہ جتنا اسرائیل خوش رہے گا اتنا امریکہ کا بھلا ہوگا۔ ہم یہی کہیں گے کہ چاہے ہمیں گھاس کھانی پڑ جائے ہمیں اسرائیل کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔ حکومتیں آتی جاتی رہتی ہیں چاہے کسی جماعت کی حکومت ہو اگر اس نے اسرائیل کو تسلیم کیا تو ہم اپنی پوری قوت اور وسائل سے اس کی شدید مذمت کریں گے، احتجاج بھی کریں گے اور حکومت کے راستے میں ہر رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اُن پہ لاکھوں سلام

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

معرکۂ خیر وشر، معرکۂ ایمان ومادیت ہر سو جاری ہے۔ امریکی فوج مسلمانوں کی کڑی نگرانی کے لیے ان میں مقبول ایپس کا ڈیٹا خرید رہی ہے۔ (پہلے نگرانی میں کون سی کسر اٹھا رکھی ہے؟) قرآن ایپس، مسلم پریئر، مسلم پرو جیسی ایپس! ویسے اگر طالبان انہی کی طرح دنیا بھر کے نوجوانوں کو گمراہ کرنے والی فحش ایپس کا ڈیٹا خریدنے لگ جائیں تو ایک طوفان برپا ہو جائے۔ آزادی پر قدغن اور نجی زندگی میں دخل اندازی کے نام سے ہمیں عار دلایا جائے گا۔ ادھر فرانسیسیوں کی انتہا پسندی ملاحظہ ہو۔ صدر میکرون نے الٹی میٹم جاری کیا ہے کہ مسلمان نیا میثاق قبول کریں۔ دین اسلام کو ایک سیاسی تحریک کی بجائے صرف ایک مذہب سمجھا جائے گا۔ (تم جو چاہو سمجھو، مسلمانوں سے ان کی سمجھ کیونکر چھین سکتے ہو؟) حکومت کی مرضی سے اماموں کا تقرر ہوگا۔ مسلمان بچوں کو گھر میں تعلیم نہیں دی جا سکے گی۔ ان بچوں کو الگ آئی ڈی دی جائے گی۔

مغرب اسلام کے سیاسی چہرے سے اتنا خوفزدہ کیوں ہے؟ کیونکہ اسلامی سیاست، شریعت، خلافت یا بالفاظ دیگر مالک کائنات کو اس گلوب پر حکمران بنانے کی بات کرتی ہے۔ قرآن ہی تو کہتا ہے۔ الا له الخلق والامر... خبردار! مخلوق اللہ کی ہے، اس پر حکمرانی اللہ (خالق) ہی کی ہوگی! ان الحکم الا للہ... (دنیا پر) حکم صرف اللہ ہی کا چلے گا۔ کیا وجہ ہے کہ ایونجلسٹ (صہیونی بھی) کٹر عیسائی بش سے لے کر بائبل پر حلف اٹھاتے ٹرمپ، یہودی نیتن یاہو، قدامت پرست عیسائی پوٹن، انتہا پسند ہندو مودی اور بدھ برما پر خونی سوچ تو حکمران ہو سکتے ہیں مگر حقیقی مسلمان کی حکمرانی، شریعت کے قوانین کی حکمرانی کی اجازت نہیں ہے؟ مقدس ترین خطۂ زمین اس حال کو پہنچا دیا جائے کہ نبوت وخلافت کی سرزمین پر سعودی حکام نے ان دو ججوں کے خلاف انکوائری کھول دی جنہوں نے اسلامی تعلیمات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اسلام میں مَردوں کے لیے داڑھی مونڈنا ممنوع اور تمباکو نوشی جرم ہے۔ سو جس سرزمین پر مایہ ناز قاضی شریحؒ نے فیصلے سناتے شریعت کی دھاک بٹھائی وہاں یہ حوالہ اب جرم قرار پا گیا؟

اسرائیل، امریکا کے سایۂ عاطفت میں امارات اب کیا کرنے چلا ہے سافٹ امیج کے نام پر! پہلے تو موم کی ناک کا محاورہ تھا۔ یہاں مسلمان پورا ہی مومی پتلا بن کر رہ گیا۔ غیرت کی جگہ اب..... ''ڈالر ہے بڑی چیز جہان تگ ودو میں''۔ سو اب بے حیائی کا ایک طوفان اٹھنے کو ہے۔ پارٹنر شپ کی کھلی اجازت۔ شراب نوشی جائز۔ اظہار غیرت جرم ہو گیا۔ حتیٰ کہ طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ خودکشی کو بھی اب جرائم کی فہرست سے نکال دیا ہے! یعنی اتنے ''مستحسن عمل'' پر اسلام نے پابندی لگا رکھی تھی؟ اب خودکشی کے لیے سارے دروازے کھل گئے! (نظریاتی خودکشی کے نتیجے میں!) حکام کہتے ہیں کہ یہ اصلاحات ملک میں زیادہ باصلاحیت افراد لانے کا سبب بنیں گی۔ یعنی بے نکاح رہنے سے صلاحیت کا اظہار ہوتا ہے؟ باصلاحیت لوگ شراب پیتے ہیں، اب کھل کر پی سکیں گے تو غل غپاڑے بھری صلاحیت ملک کو چار چاند لگائے گی؟ نیز یہ کہ باصلاحیت لوگ بے غیرت ہوتے ہیں، خودکشی کرتے ہیں؟ ان اصلاحات سے غیرت کا سدباب اور موت اپنے ہاتھ میں لینے کا اہتمام ہوگا تو ترقی بامِ عروج پر پہنچا دے گی؟ پھر جب ہم کہتے ہیں کہ...... خلل ہے دماغ کا، تو یہ تشخیص ترقی پسندوں کو پسند نہیں آتی! AFP نے یہ پوری رپورٹ دینے کے بعد اگلی راہ دکھاتے ہوئے پوچھا کہ: ''یہ دیکھنا ابھی باقی ہے کہ بحر مردار یے عمل اور حرام بچے جننے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟'' (جو ترقی پسندی، روشن خیالی، سافٹ امیج کا اصل پیمانہ ہے!) ایک برطانوی جوان نے کہا: تادیر پارٹنر کے ساتھ رہتے ہوئے مصیبت میں پھنسنے کا دھڑکا رہتا تھا، اسی طرح اب تک شراب کے لیے بھی ہچکچاہٹ رہتی تھی، اب مسئلہ حل ہو گیا۔ اب یہ ہچکی آپ کو نہیں لگے گی۔ پاک زندگی گزارنے کے طلب گاروں کو ہچکی لگے گی، گھگھی بندھے گی!

ہمارے ہاں بھٹو دور سے قائداعظم یونیورسٹی نے کئی دین بے زار، دین دشمن پروفیسروں، الحادیوں کمیونسٹوں کی پرورش کی تھی۔ ان میں سے ایک وفاداری بشرط استواری پر ڈٹے ڈاکٹر پرویز ہود بھائی تسلسل سے تین یونیورسٹیوں میں نوجوان نسل میں نظریاتی زہر بوتے رہے۔ امارات کی مذکورہ 'اصلاحات' پر ان جیسے سیکولرسٹوں پر شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہے۔ ساری تفاصیل لکھ کر سرخوشی میں بغلیں بجاتے فرماتے ہیں: ''امارات میں جو ناقابل تصور تھا ہو گیا۔ مگر کوئی اندرونی احتجاج نہیں اُٹھا...... سعودی عرب بھی اسی راہ پر چل رہا ہے''۔ پھر سہانے خواب دیکھتے ہوئے اظہارِ اطمینان کرتے ہیں کہ آخر ٹیلی وژن پوری مسلم دنیا میں قبول کیا جا چکا ہے...... پاکستان میں بھی باشرع مرد اور الہدیٰ کی خواتین سیلفیاں لیتی اور انہیں واٹس ایپ پر پھیلاتے ہیں۔ ادھر ڈاکٹر موصوف اماراتیوں کو ہدایات دے رہے ہیں کہ اپنے عوام کے سامنے وہ یہ توجیہہ پیش کر سکتے ہیں کہ مغرب بھی آہستہ آہستہ بدلتی اقدار قبول کرنا سیکھ گیا ہے۔ 1960ء تک یورپ امریکا میں بھی پارٹنر شپ ناقابل قبول تھی مگر پھر مذہبی مخالفت نرم پڑ گئی اور زیادہ تر مذاہب یہی کر رہے ہیں۔ خواب موصوف کا یہ ہے کہ پاکستان ان تبدیلیوں سے سبق سیکھے۔ وہ لبرل ازم کی ہوائیں جو مسلم دنیا میں چل رہی ہیں! اس ضمن میں پاکستان کا گومگو میں رہنا ان کے لیے باعث تأسف ہے! بات یہاں تک پہنچی تھی تو آنکھ کھل گئی۔

علامہ خادم حسین رضوی کے اچانک انتقال نے پورا منظرنامہ بدل دیا۔ پاکستانی قوم کا وہ ایکسرے سامنے آن کھڑا ہوا جو لبرلز کی سٹی گم کر دے۔ خادم ناموس رسالت، ختم نبوت، شان صحابہؓ کا سب سے بڑا محافظ بن کر کھڑا ہونے والا دنیا سے رخصت ہوا۔ ساری سیاست، نام نہاد تفرقے، مسلک پرستی کی دھند چھٹ گئی۔ تمام دینی جماعتوں، پاکستانی قوم نے علامہ خادم حسین کو تحفظِ شانِ رسالت ﷺ کی علامت بنا کر شایانِ شان احترام دیا۔ امام احمد بن حنبلؒ کے قول کے مطابق جنازے نے موقف کی مضبوطی اور قوم کے ریفرنڈم کا واشگاف اظہار کر دیا۔ ممتاز قادریؒ شہید کے جنازے کی بھی یاد تازہ ہو گئی۔

پاکستان کو امارات بنا دینا ممکن نہیں۔ اسلام، شعائرِ اسلام، محمد عربی ﷺ سے قوم کی وفاداری، محبت لازوال ہے۔ یہی نسبت قیمتی ترین متاع اور گنہ گاری کے عالم میں مسلمان کا پہلا اور آخری سہارا ہے جو اللہ کے حضور کھڑے ہونے کا حوصلہ دیتا ہے۔ تاریخ اسلامی میں یہ نسبت قوس قزح کے رنگ لیے ہوئے ہے۔ کھجور کا وہ تنا

امر ہوگیا جس سے نبی ﷺ ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے مسجد نبویؐ میں۔ وہ اونٹ جو مبارک شانے پر سر رکھ کر شکایتاً رو دیا، اُس کے تذکرے آج بھی ہوتے ہیں۔ جس نے آپ ﷺ کی صحبت پا لی، آپؐ کو دیکھ لیا، صحابیؓ ہوگیا۔ رضائے الٰہی کا پروانہ پا گیا۔ جس نے صحابیؓ کو مل لیا وہ تابعی ہوگیا، جو تابعی سے ملا وہ تبع تابعی کا لقب پا گیا۔ تین ادوار تک یہ نسبت چلی۔ خالد بن ولیدؓ جیسے قدآور سپہ سالار، موئے مبارکؐ اپنی ٹوپی میں سلوا کر رکھتے اور فتوحات میں شجاعت اس نسبت سے پاتے۔ جن قوموں کی ترقی کا پیمانہ حرام بچوں کی پیدائش جائز قرار دینا ہو (مذکورہ AFP رپورٹ بسلسلہ امارات) نسبت سے محروم یہ کم نصیب ہماری اقدار، تہذیب، نسبتوں کی عظمت کو کیا جانیں! دجل وجہل دنیا پر حکمران ہیں۔ جبکہ ہمارا شاعر کہتا ہے:

انؐ کی دہلیز چھوکر . . . .
جو پتھر تھا پل بھر میں پارس ہوا
انؐ کے ہاتھوں سے جو ہاتھ بھی مس ہوا
چاند تاروں نے اس ہاتھ پر بیعت شوق کی
اس زمین پر یہی ہاتھ چھایا رہا
ہفت افلاک کا اُس پہ سایہ رہا
انؐ پہ لاکھوں سلام، انؐ پہ لاکھوں سلام!

❁❁❁

دعائے مغفرت
إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ حلقہ کراچی شمالی، اورنگی ٹاؤن کے رفیق جناب سعد حسن کی والدہ اور ان کے والد محترم عبدالرشید جو خود بھی رفیق تنظیم تھے، وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-2614266

☆ حلقہ کراچی شمالی، نیو کراچی کے رفیق حافظ محمد طلال کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0333-3790594

☆ حلقہ پنجاب پوٹھوہار، چکوال کے رفیق آصف محمود منہاس کے بہنوئی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0343-8546680

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

میرا مربی و مزکی

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عارف

ہر روز صبح عازم دفتر ہوتے وقت نواب صدیق علی خان روڈ نارتھ ناظم آباد کے 2K اسٹاپ پر کھڑی ایک سفید باریش نورانی صورت چمکتی آنکھوں کے ساتھ اپنے دفتر کے پوائنٹ کے انتظار میں موجود ہوتی تھی جس کی طرف دل کھنچتا تھا لیکن خود دفتر جاتے ہوئے کبھی ان سے بات نہ ہوسکی۔ اس شخصیت پر اکثر نظر پڑتی تھی لیکن یہ معلوم تھا کہ یہ ہستی آئندہ زندگی میں کس طرح میرے لیے مربی، مزکی، محسن، استاد و اتالیق کی حیثیت اختیار کرلے گی۔ چاندی کی تاریں وقت کے ساتھ ساتھ مکمل سفید ریش میں تبدیل ہوگئیں لیکن چہرے کی مسکراہٹ میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا گیا۔

جی ہاں یہ ہیں سید اظہر ریاض جواب ہم میں نہیں رہے۔ 2003 کے ماہ مبارک کے دورہ ترجمہ قرآن نوبل پوائنٹ میں ان کے نام سے آگاہی ہوئی۔ اسی سال مدرس قرآن محترم اعجاز لطیف کی ترغیب پر عربی گرامر کورس میں داخلہ کا داعیہ پیدا ہوا تو محمدی منزل میں واقع دفتر تنظیم اسلامی میں ان سے داخلہ کے وقت ملاقات ہوئی۔ اس وقت وہ تنظیم اسلامی کے مقامی امیر تھے بعد میں امیر حلقہ اور پھر نائب ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ انتہائی شفیق اور ہمیشہ محبت وملنساری سے پیش آنے والی ہستی کے نام کے ساتھ مرحوم لکھتے ہوئے بھی کلیجہ منہ کو آرہا ہے لیکن موت ایک اٹل حقیقت ہے جس سے مفر ممکن ہی نہیں۔

2003 دسمبر میں جب محمدی منزل میں بحیثیت ایک شاگرد کے جانا شروع ہوا تو ان سے ہر ہفتہ تین یا چار دین ملاقات ہوا کرتی تھی۔ یہ دیکھا کہ چاہے تجوید کی کلاس ہو یا عربی گرامر کی وہ اس میں اس طرح شامل ہوتے تھے جیسا کہ ایک طالب علم ہوں بعد میں علم ہوا کہ یہ طرز عمل درحقیقت دیگر شرکاء کی حوصلہ افزائی کے لیے تھا وہ تو ان منازل سے گزر چکے ہیں۔

ان کے عزم وحوصلہ کا اندازہ تعلق کے بعد ہوا۔ محترم اظہر ریاض صاحب کو اقامت دین کی جدوجہد ہمہ وقت مصروف عمل دیکھا۔ تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کی جو بھی ذمہ داری دی گئی اسے پورا کرنے کے لیے تن من دھن سے لگے رہے۔ تنظیمی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ دینی علم میں اضافے کے لیے ہمیشہ کوشاں نظر آئے۔ اپنے مامورین میں سے ذمہ داران کو ساتھ بٹھا کر ان کی تربیت کے لیے مطالعہ لٹریچر کے حلقے قائم کئے۔ نئے نئے انداز سے ان نشستوں کو دلچسپ بنانے کی ہمیشہ کوشش کی۔ بطور مقامی امیر ان کے نقباء اپنے دفاتر و کاروبار سے واپسی پر ان سے ملے بغیر گھر نہ جایا کرتے تھے یہ ان کا حسن اخلاق تھا اور ہر رفیق سے ذاتی تعلق ایسا کہ ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ وہی ان سے قربت خاص رکھتا ہے اور وہ خود یہ محسوس کرتا تھا کہ وہ اسی کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں۔

2005 میں جب میں اس قافلہ میں باقاعدہ شامل ہوگیا تو یہ تعلق مزید قربت میں بدل گیا لیکن بے تکلفی کے ساتھ ساتھ تربیت کا جو انداز سید اظہر ریاض صاحب نے اختیار کیا اس تعلق کی خاص بات نظم کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ دوستی وخلوص سے بھرپور تھا۔ اسی کا اثر ہے کہ آج جب وہ ہم میں نہیں رہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک بار پھر رب ذوالجلال نے یتیم کردیا ہے۔ یہ کیفیت کراچی کے ہر اس رفیق کی ہے جس نے ان کے زیر نظم براہ راست یا بالواسطہ وقت گزارا ہے۔ سید اظہر ریاض اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ ایک باکردار، نماز و روزہ کے پابند، نظم کے خوگر، اطاعت کا پیکر تھے۔ اس تمام عرصہ میں کئی بار بحرانوں کا سامنا کیا لیکن جس عزم اور حوصلہ کے ساتھ انہوں نے ہمت و برداشت کا مظاہرہ کیا وہ ان کا ہی خاصہ تھا۔

17 سالہ رفاقت بے شمار واقعات سے پُر ہے لیکن ان کی جس بات نے ان کے مامورین کو نظم کی پابندی کا خوگر بننے میں تحریک دی اس کی مثال اس واقعہ سے ملتی ہے جب 2007 میں کراچی میں ڈینگی نے زور پکڑا اور ان کی بھانجی زندگی وموت کی کشمکش میں ہسپتال میں تھی۔ ماہ مبارک کی وہ ساعتیں جب دورہ ترجمہ قرآن جو تنظیم اسلامی کا ایک منفرد پروگرام ہے جس سے ان کا لگاؤ اور بھانجی کی بیماری وعیادت کے درمیان ایک توازن کا معاملہ اس طرح دیکھا کہ افطار

کے بعد وہ نوبل پوائنٹ (وہ مقام جہاں دورہ ترجمہ قرآن کا پروگرام ہوا کرتا تھا) چکر لگا کر ہسپتال چلے جایا کرتے تھی پھر رات گئے واپس آیا کرتے تھے اور کبھی ناظم مالیات سے حسابات کی بابت گفتگو کر رہے ہیں کبھی ناظم مکتبہ سے اگلے روز کی کتب کے حوالہ سے ہدایات دے رہے ہیں اور پھر ناظم پروگرام کے ساتھ بیٹھ کر منصوبہ بندی کا جائزہ لے رہے ہیں۔ اقامت دین کی جدوجہد سے ان کے تعلق اور تنظیم کے کام کے ساتھ ایسا عزم دیکھ کر دیگر رفقاء کے اندر بھی جوش وجذبہ میں اضافہ ہو جایا کرتا تھا۔ وہ رمضان المبارک کی آمد سے دو ماہ قبل ہی سنت رسول اللہ پر عمل کرتے ہوئے نہ صرف خود اس کے لیے تیاری شروع کر دیا کرتے تھے بلکہ اپنے ساتھ پوری مقامی تنظیم اور اس کے بعد پورے حلقہ کو ساتھ لگا لیا کرتے تھے۔ ان کے دور میں کراچی میں دورہ ترجمہ قرآن میں نئی جہات متعارف ہوئیں۔ وہ دورہ ترجمہ قرآن کے سلسلے میں بھرپور منصوبہ بندی کرتے تا کہ تنظیم اسلامی کے رفقاء اس ماہ مبارک کے آنے سے بہت پہلے اس مہم سے تعلق مضبوط کر لیں اور پھر ہر رفیق یہ سوچنا شروع کر دیتا تھا کہ کس طرح اس مہم کو بہتر اور موثر طریقے سے چلایا جائے کہ عوام الناس کا رجحان دورہ ترجمہ قرآن کی طرف بڑھ جائے اور لوگوں تک قرآن کی دعوت پہنچ جائے۔

امیر حلقہ کی حیثیت سے رفقاء کے خانگی معاملات میں جس طرح سرگرداں دیکھا وہ بھی قابل تقلید مثال تھا۔ ہر ایک متعلقہ فرد کی خانگی زندگی، معاشی حالات اور تنظیمی زندگی سے آگاہی رکھتے تھے۔

میرے لاہور آجانے کے بعد بھی خانگی و معاشی حالات کے بارے میں ہر ملاقات اور گفتگو میں پوچھنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ دوسروں کے مسائل حل کرنے کے لیے مقدور بھر کوشش کیا کرتے تھے۔

2016 میں جب انہیں معلوم ہوا کہ میں اپنے علاج میں کوتاہی کر رہا ہوں تو حکم دیا کہ فوری طور پر ڈاکٹر ناصر لک سے رابطہ کرو۔ معلوم تھا کہ میں نہیں کروں گا تو موجودہ امیر محترم کے ذریعہ بھی ڈاکٹر ناصر سے رابطہ کروایا اور پھر مسلسل علاج کے سلسلہ میں دریافت کرتے رہے۔ ہر ہفتہ یا ہر وزٹ پر پوچھا کرتے تھے کہ اب کیسی کیفیت ہے۔ لیکن افسوس ان سے کسی نے نہ پوچھا نہ ہی ان کا رابطہ ڈاکٹر ناصر لک سے کروایا اور وہ اپنی تکلیف کے ساتھ جاں سے گزر گئے۔

لاہور ہر تین ماہ بعد آیا کرتے تھے۔ وقت لے کر ملاقات کر لیا کرتا تھا۔ چھ ماہ بعد شوریٰ میں تو ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔ اب کچھ عرصہ سے غذا کے معاملہ میں محتاط ہو گئے تھے، پرہیز کیا کرتے تھے۔ ہم رفقاء ان کو ابا کہا کرتے تھے جس پر بہت خوش ہوتے تھے اور ایک شفیق باپ کی طرح ہمارے معاملات حل کیا کرتے تھے۔

نظم کے حوالہ سے ان کی سختی اور ان کا انداز ہمیشہ یہ داعیہ پیدا کرتا تھا کہ ہم بھی اس انداز سے کام کریں۔ دس سال ان کے ساتھ بطور مامور رہا۔ بے شمار کوتاہیاں ہوئیں لیکن جس انداز سے وہ اپنے غصہ پر قابو پا کر مسئلہ کو حل کیا کرتے تھے وہ انداز کوشش کے باوجود نہیں اپنا سکا۔ تنظیم اسلامی میں جس مقامی تنظیم کے امیر تھے آج وہاں چھ مقامی تنا ظیم کام کر رہی ہیں۔ ان کے تربیت کردہ افراد امراء حلقہ، مقامی امراء، مدیر اکیڈمی، مدرس قرآن، نہ جانے کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

ان پر جب حلقہ کی ذمہ داری آئی تو محسوس کیا کہ نوکری کے ساتھ یہ ذمہ داری کما حقہ ادا نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا سوچ و بچار کے بعد استعفیٰ دے دیا۔ فوراً ہی نظم نے انہیں نائب ناظم اعلیٰ کی ذمہ داری دے دی۔ اب انہوں نے کراچی سے باہر نکل کر حیدرآباد، سکھر، صادق آباد و کوئٹہ تک کو اپنی سرگرمیوں کا محور بنا لیا۔ آج ان تمام شہروں میں ان کے تربیت یافتہ افراد صدقہ جاریہ کے طور پر موجود ہیں۔

آخری روز جامعہ فاروقیہ میں امیر محترم کے ہمراہ مولانا عادل خان شہید کی تعزیت کے لیے گئے، واپس آ کر انجمن کے دفتر میں نماز ظہر ادا کی، طبیعت میں گرانی محسوس کی لیکن پھر بھی دین کے کام کی خاطر اپنے آرام کی پرواہ نہیں کی۔ انجمن کے دفتر ہی میں ایک مشاورتی اجلاس کے دوران ان کی حالت مزید بگڑی جس پر رفقاء کے ساتھ ہسپتال چلے گئے۔ علاج کے بعد ڈاکٹر حضرات نے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ لیکن فرشتہ اجل ان کا گھر پر انتظار کر رہا تھا جس نے رات کو سکون کی نیند کے دوران ان کی روح قبض کر لی اور وہ اس دور پُر آشوب میں جنوبی زون کے رفقاء کو بالخصوص اور اپنے سیکڑوں تربیت یافتہ رفقاء کو رنجور چھوڑ کر عازم رفیق اعلیٰ ہو گئے ہیں۔

آج ان کو یاد کرتے ہوئے ہمیں یہ عزم مصمم کرنا ہے کہ اظہر بھائی جو مشعل چھوڑ کر گئے ہیں، جس طرح آخری وقت تک دین کا کام کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا ہے ہم بھی رب ذوالجلال سے یہ دعا کریں کہ اپنے اوقات کا بہترین حصہ اقامت دین کی جدوجہد کے لیے لگائیں اور اپنی ہر کوشش اور کاوش کو دین کے لیے وقف کر دیں۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ اظہر بھائی کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور ہمیں بھی ان راستوں پر استقامت کے ساتھ دین کی جدوجہد میں مصروف عمل کر دے۔ آمین!

تحریری صلاحیت کے حامل رفقاء متوجہ ہوں

امیر تنظیم اسلامی کی ہدایت کے مطابق جو رفقاء تحریر کا ذوق رکھتے ہیں، وہ اپنی تحریریں مقامی نظم کے ذریعے ''اصلاح تحریر کمیٹی'' کو ارسال کریں۔ یہ کمیٹی آپ کی تحریروں کو بہتر اور معیاری بنانے کی خاطر خامیوں کی نشاندہی کرے گی۔ اُن کی اصلاح کرے گی اور اُن کی نوک پلک سنوار کر آپ کو واپس بھیجے گی، تاکہ آئندہ آپ اپنی تحریر میں بہتری لا سکیں۔ جو تحریریں اچھے معیار کی ہوں گی اُنہیں تنظیمی جرائد بلکہ اخبارات میں بھی شائع کروانے کی کوشش کی جائے گی۔

رفقاء سے گزارش ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں واضح اور سادہ انداز اختیار کریں۔ طوالت سے اجتناب کریں۔ موضوع کے حوالے سے پہلے سوچیں۔ لکھنے کے بعد کم از کم تین بار تنقیدی نگاہ سے ضرور پڑھیں۔ اپنی سوچ کو مثبت رکھیں۔ غیر تحقیق شدہ معلومات سے گریز کریں۔ تمام لکھنے والے رفقاء سے گزارش ہے کہ اپنی تحریر کے اوپر ''اصلاح تحریر کمیٹی'' ضرور لکھیں اور درج ذیل ایڈریس پر ارسال کریں:

ڈائریکٹر قرآن اکیڈمی، K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

ای میل: directoracademy@gmail.com

ام المؤمنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا

فرید اللہ مروت

ام المؤمنین ام حبیبہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شریک حیات تھیں۔

نام ونسب

نام رملہ تھا اور کنیت ام حبیبہ تھی۔

سلسلہ نسب یہ ہے: رملہ بنت ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف۔

ان کی والدہ کا نام صفیہ بن ابی العاص بن عبدالشمس بن عبدمناف۔

صفیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کی پھوپھی تھیں۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی بعثت سے 17 سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔ ان کا والد ابوسفیان مکہ کا سردار تھا۔ سب لوگ اس کے قوانین کی اطاعت کرتے تھے۔ قریش میں کوئی شخص اس کے مقابلے میں کھڑا ہونے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ نہ کوئی نافرمانی اور اس کے خلاف بغاوت کی سوچ سکتا تھا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لاکر باپ دادا کے خداؤں کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتی تھیں۔

نکاح

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا۔ جو مشہور صحابی عبد اللہ بن جحش اور ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔

اسلام

ام حبیبہ اور عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے بعثت کے ابتدائی دور میں اکٹھے اسلام قبول کیا۔ ام حبیبہؓ کے والد ابوسفیان اس وقت اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔ اور مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ ابوسفیان نے اپنی بیٹی اور داماد کو دوبارہ اپنے آباء واجداد کے دین کی طرف پلٹنے کے لیے سرتوڑ کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوا۔ دین اسلام نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے دل میں ایسی مضبوط جڑ پکڑی تھی کہ ابوسفیان کی دشمنی اور خصومت اسے نکال نہیں سکتی تھی۔

ہجرت حبشہ

رسول کریم ﷺ نے جب مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی تو عبیداللہ بن جحش اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حبشہ چلے گئے۔ حبشہ میں ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام حبیبہ رکھا۔ اور اسی کے نام پر ''ام حبیبہ'' کنیت رکھی گئی اور پھر اسی کنیت سے مشہور ہوئیں۔ حبشہ جا کر عبیداللہ نے عیسائی مذہب اختیار کیا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بھی کہا لیکن وہ اسلام پر قائم رہیں۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عبیداللہ کے نصرانی ہونے سے پہلے رات کو نہایت برا اور بھیانک خواب دیکھا۔ صبح عبیداللہ مرتد ہو چکا تھا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کو بہت سمجھایا کہ کیوں اپنی عاقبت خراب کرتے ہو لیکن اللہ نے ان کے دل پر مہر لگا دی تھی۔ اس کی وفات نصرانیت پر ہی ہوئی۔ اللہ ہر کسی کو برے انجام سے بچائے۔

نکاح ثانی سے پہلے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا خواب

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ عبیداللہ بن جحش کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ''یا ام المؤمنین'' کہہ کر پکار رہا ہے۔ جس سے میں چونک گئی پھر یکا یک اس کی تعبیر دل میں آئی کہ رسول اللہ ﷺ کے حرم میں آنے کا اشارہ ہے۔ جب میری عدت ختم ہوئی تو حضور ﷺ کا پیغام پہنچا۔

حریم نبوت میں آمد

ایک دن کسی نے رسولِ رحمت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حبشہ میں آباد مہاجرین کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا: یارسول اللہ ﷺ ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہونے کے بعد انتہائی مشکل اور کٹھن حالات سے دوچار ہے اس کا قصور اتنا ہے کہ اس نے دین اسلام کو دل وجان سے قبول کرلیا ہے لیکن وہ صبر واستقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کررہی ہے۔ خاندان والے بھی مسلمان ہونے کی وجہ سے خبر نہیں لیتے۔ وہ ہماری امداد اور اعانت کی مستحق ہیں۔ امت کے غم خوار نبی ﷺ کو جب ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حالات کا پتہ چلا تو آپؐ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دادرسی کے لیے ایک بے مثال ترکیب سوچی۔ آپؐ نے ایک صحابی حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو شاہِ حبشہ نجاشی کے دربار میں ایک مراسلہ دے کر روانہ کیا۔ آپؐ نے لکھا کہ اگر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پسند کرے تو اس کا نکاح میرے ساتھ کردیا جائے۔ نجاشی نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دینے کے لیے اپنی کنیز ابرہہ کو بھیجا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے پیغام قبول کرلیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اظہار تشکر کے طور پر کنیز ابرہہ کو اپنا پہنا ہوا زیور چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں انعام میں دیں۔ لیکن بادشاہ کے کہنے پر کنیز نے دی ہوئی چیزیں واپس کردیں۔ شاہِ حبشہ نے حضور ﷺ کے چچازاد جعفر بن ابی طالب اور دوسرے مسلمانوں کو شاہی محل میں جمع کیا۔ حضرت محمد ﷺ کا نکاح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے کرادیا۔ بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ اس کے بعد نجاشی نے ولیمے کی دعوت کا اہتمام کیا۔ انہوں نے کہا ولیمہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور کھانا کھا کر جانا۔

مدینہ منورہ روانگی

نکاح کے دوسرے روز نجاشی نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو تحائف اور خوشبو دے کر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کے لیے روانہ کیا۔ مدینہ منورہ میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ولیمے کی دعوت کی۔ مدینہ میں سرور دوعالم ﷺ کی خدمت میں خوش وخرم رہنے لگی۔ شادی کے وقت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عمر 36 سال اور حضور ﷺ کی عمر مبارک 59 سال تھی۔

فضائل ومناقب

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے فرمودات پر بڑی پابندی سے عمل کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص دن رات میں بارہ رکعات نماز پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل عطا فرمائے گا۔ اس ارشاد پر ایسے عمل کیا کہ کبھی بھی یہ بارہ رکعت سنت مؤکدہ چھوٹنے نہیں پائیں۔ (صحیح مسلم)

ترمذی کی روایت کے مطابق ان بارہ رکعات کی

تفصیل اس طرح ہے: چار سنت ظہر سے پہلے، دو اس کے بعد، دو سنت مغرب کے بعد، دو نماز عشاء کے بعد اور دو رکعت نماز فجر سے پہلے۔

اخلاق

حضرت ام حبیبہ ؓ کے جوش ایمان کا یہ منظر قابل دید ہے کہ فتح مکہ سے قبل جب ان کے باپ ابوسفیان کفر کی حالت میں انحضرت ﷺ کے پاس مدینہ آئے اور ان کے گھر گئے تو حضور ﷺ کے بچھونے پر بیٹھنا چاہتے تھے۔ حضرت ام حبیبہ ؓ نے یہ دیکھ کر جلدی سے بچھونا الٹ دیا۔ ابوسفیان سخت برہم ہوئے کہ بچھونا اس قدر عزیز ہے؟ بولیں یہ حضور ﷺ کا بچھونا ہے، آپ مشرک ہیں اور اس بنا پر ناپاک ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ تو میرے پیچھے بگڑ گئی۔

ام حبیبہ ؓ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دوسری تمام چیزوں پر ترجیح دیتی تھیں اور کفر و شرک کے بارے میں ایسے پرہیز کرتی تھیں جیسے کوئی شخص آگ میں گرنے سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

حضرت ام حبیبہ ؓ نے زندگی کے آخری دنوں میں امہات المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ ؓ کو بلا کر ان سے معافی طلب کی کہ میرے ان معاملات کو معاف کر دیں جو سوکنوں کے درمیان ہو جایا کرتے ہیں۔ اس سے ہماری خواتین کو یہ سبق ملتا ہے کہ آپس میں محبت اور امن سے رہیں اور رشتوں کو جوڑنے کا سبب بنے۔ سیرت امہات المومنین سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سوتنوں کے ساتھ کس درجہ احسن انداز سے پیش آتی تھیں تاکہ پُرامن اور پُرسکون فضا کا ماحول قائم رہے۔

فضل و کمال

ام المومنین حضرت ام حبیبہ ؓ سے حدیث کی کتابوں میں 65 روایتیں منقول ہیں۔ جن کے راویوں میں کئی جلیل القدر صحابہؓ اور تابعینؒ شامل ہیں۔ آپؓ سے صحیحین میں تقریباً 55 احادیث منقول ہیں۔

ام المومنین ام حبیبہ ؓ اپنے محبوب شوہر سے حاصل کردہ علم و عرفان کو اپنے روحانی بیٹے، بیٹیوں میں تقسیم فرماتی رہیں۔

ام المومنین ام حبیبہ ؓ نے اپنے قول و فعل سے ثابت کر دیا کہ دین اسلام کی راہ میں باپ، بھائی اور شوہر جو بھی حائل ہو تو فقط دین اسلام کو فوقیت دی جائے۔

عبادت گزار اور نیک فطرت

حضرت ام حبیبہ ؓ بڑی نیک فطرت اور صالحہ خاتون تھیں۔ اسلام کی خاطر انہوں نے بے شمار تکالیف خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ غربت کی زندگی بسر کی حالانکہ ان کا گھرانہ تموّل اور قریش میں بہت ممتاز تھا۔

جب ان کے والد ابوسفیان فوت ہوئے تو تین دن کے بعد خوشبو منگا کر رخساروں پر اور بازوؤں پر ملی اور فرمایا: ”رسول کریم ﷺ کا حکم ہے کہ ایماندار عورت کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں، سوائے خاوند کے کہ اس کی وفات پر چار مہینے اور دس دن بیوی کو سوگ کرنا چاہیے۔“

اولاد

پہلے شوہر سے آپؓ کا ایک لڑکا عبد اللہ اور ایک لڑکی حبیبہ تھی۔ حضور ﷺ سے آپؓ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

وفات

ام المومنین حضرت ام حبیبہ ؓ 44ھ میں اپنے بھائی امیر معاویہ ؓ کے عہد حکومت میں 73 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں دار فانی کو وداع کر گئیں۔ مروان بن الحکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قبرستان جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(14 تا 20 نومبر 2020ء)

ہفتہ (14 نومبر 2020ء) کی صبح کو ایک حبیب اسد زبیری سے ملاقات کی۔ دار الاسلام مرکز میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر محترم مختار احمد خان سے زکوٰۃ کے حوالے سے گفتگو رہی۔ بعد ازاں ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی سے سالانہ پلانرز 2021ء کے حوالے سے (امیر محترم کی) بعض مستقل مصروفیات کو حتمی شکل دینے کے حوالہ سے ملاقات رہی۔ دونوں ملاقاتوں میں نائب امیر بھی موجود تھے۔

اتوار (15 نومبر 2020ء) کو امیر حلقہ لاہور شرقی، نور الوری کے توسط سے UET کے کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ سے ملاقات کی۔ پھر بانی محترمؒ کے گھرانے کے 5 افراد سے ان کے گھروں پر الگ الگ ملاقاتیں کیں۔ بانی محترم کے داماد محترم محمود عالم میاں کی عیادت کی اور ڈاکٹر ضیغم نے ملاقات کے دوران بیعت مسنونہ بھی کی۔ پھر عمران چشتی کی عیادت کی۔ خورشید انجم، میجر (ر) فتح محمد اور اعجاز انجم بھی ہمراہ تھے۔ سابقہ امیر حلقہ لاہور شرقی قرۃ العین کی عیادت کے لیے بھی جانا ہوا۔ رات کراچی واپسی ہوئی۔

پیر، منگل و بدھ (16، 17 و 18 نومبر 2020ء) کو کراچی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔ منگل کو سالانہ اجتماع کے حوالے سے مرکزی اُسرہ کے خصوصی اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔ کراچی کے ایک حبیب سے ملاقات کی اور امریکہ میں مقیم امام مسجد ایک سابقہ رفیق آصف ہیرانی سے ملاقات کی۔ 22 نومبر کے حلقہ جاتی اجتماعات کے لیے جمعرات کی شام کو ریکارڈنگ کروائی۔ نائب امیر اعجاز لطیف سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

جمعہ (20 نومبر 2020ء) کو جامع مسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ رات لاہور واپسی ہوئی۔ ائیر پورٹ لاہور سے مرکز تک سفر کے دوران ڈاکٹر عطاء الرحمن عارف سے ملاقات رہی۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ پنجاب پوٹھوہار، گوجر خان کے ملتزم رفیق محمد زمان کافی عرصے سے بیمار ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا

نفاذِ اسلام اور نیتوں کا فتور

اوریا مقبول جان

اشفاق احمد صاحب بلا کے مجلسی آدمی تھے۔ کہانی لکھنے میں تو تحریر کے آسمان کا درخشندہ ستارہ تھے ہی مگر کہانی کہنے اور داستان بیان کرنے کے فن میں بھی کوئی دور تک ان کا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔ برصغیر پاک و ہند کی اردو زبان کی تاریخ میں کوئی ایسا جامع الصفات ادیب پیدا نہیں ہوا جو بیک وقت اعلیٰ درجے کا افسانہ تحریر کرے، ڈراما لکھنے لگے تو اس جیسا منظر نامہ، کردار نگاری اور مکالمے کوئی اور نہ لکھ پائے۔ صداکاری کے میدان میں اپنے لیے خود تلقین شاہ کا کردار منتخب کرے، اس کے لہجے اور زبان و بیان کی نوک پلک سنوارے، مکالمے کی ادائیگی کے خدوخال بنائے، تمام کرداروں کے مکالمے اور منظر نامہ بھی تحریر کرے اور اس کے ساتھ صداکاری کرتے ہوئے سالوں اس تلقین شاہ کو لوگوں کے دلوں کی دھڑکن کے طور پر زندہ رکھے۔ سیکولر، لبرل اور ملحد نما ادیب، اشفاق احمد کے کمالِ فن کا اعتراف اس لیے نہیں کرتے کیونکہ اشفاق صاحب کے اندر ایک ایسا اسلام کا سرفروش دیوانہ چھپا ہوا تھا، جو ان کی تحریروں اور گفتگو میں ایسے چھلکتا تھا جیسے موجیں ساحل سے ٹکرا کر اپنے نقش چھوڑ جاتی ہیں۔ روحانیت کی دنیا اور ''بابوں'' کی سحر انگیز گفتگو اشفاق صاحب کا خاص میدان تھا۔

فورٹریس سٹیڈیم سے نہر کی جانب جانے والی سڑک پر بابا فضل شاہ کا ڈیرہ تھا، جسے آج بھی نور والوں کا ڈیرہ کہتے ہیں۔ باباجی کی تفسیرِ فاضلی قرآن پاک کی انتہائی سہل اور دلوں میں گھر کر جانے والی تفسیر ہے۔ ان کے ڈیرے پر قدرت اللہ شہاب، بانو قدسیہ اور اشفاق احمد جیسے بڑے بڑے ادیب اکثر حاضری دیتے تھے۔ اس ڈیرے پر ماضی کا کیمونسٹ، شاندار مصور، ادیب اور سیاستدان حنیف رامے بھی آ کر بیٹھنے لگا۔ یہ شخص بھٹو دور میں پنجاب کا وزیراعلیٰ رہ چکا تھا۔ بابا فضل شاہ کا علم و عرفان اس قدر تھا کہ ہر کوئی ان کی گفتگو کے موتی سمیٹنے، وہاں ہمہ تن گوش موجود رہتا۔ اسی ڈیرے پر اشفاق احمد صاحب کی حنیف رامے سے دوستی گہری ہوتی گئی۔ ایک بار دونوں ڈیفنس میں ایک صاحب ثروت شخص کی فاتحہ پر جمع تھے۔ لوگ دونوں کی موجودگی میں گفتگو سننے کے لیے بے تاب تھے۔ ایسے میں اشفاق صاحب کا مجلسی گفتگو والا فن کار اچانک گویا ہوا۔ کہنے لگے یار رامے! میں کافی عرصے سے جمعہ پڑھنے کے لیے مساجد بدل رہا ہوں، لیکن کسی بھی مولوی کی تقریر میں مزا نہیں آ رہا۔ اس فقرے پر ایک دم سناٹا چھا گیا۔ حنیف رامے سمجھے شاید اشفاق صاحب مولویوں کی بے تکی تقریروں سے تنگ آئے ہوئے ہیں، جواباً کہنے لگے، آپ یہاں ڈیفنس میں آ کر جمعہ ادا کیا کریں، یہاں سب مولوی ایک ڈسپلن کے تحت گفتگو کرتے ہیں اور خاموشی سے نماز پڑھاتے ہیں۔ اشفاق صاحب نے کہا، نہیں یار! مسئلہ یہ نہیں، دراصل مجھے کوئی ایک مولوی بھی ایسا نہیں ملا جو کہتا ہو کہ سؤر کا گوشت کھانا حلال ہے۔ اس کے بعد محفل ایک گہرے سکوت میں چلی گئی۔

یہ ہے وہ کڑوا سچ اور حقیقت جو برونائی دارالسلام کی مساجد سے لے کر مراکش کی مسجدوں تک روزِ روشن کی طرح مسلّم اور واضح ہے۔ یہ نظارہ ان تمام ممالک کی مساجد میں بھی اسی طرح ہے، جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ اسلامی شریعت کے ایسے تمام قوانین، اصول وضوابط اور معاشرتی طرزِ زندگی کے جرائم کی حدود، جن کا تعلق حکومتی سطح پر نفاذ سے ہے، ان میں شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی یا اہل حدیث کسی ایک میں بھی ایک ''نکتے'' یا ''کامے'' کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ مسلمانوں کا کوئی ایک مکتبہ فکر بھی ایسا نہیں جو یہ کہتا ہو کہ زنا بالجبر یا زنا بالرضا حلال ہے اور اس جرم کی سزا سنگسار کرنا یا کوڑے نہیں ہے۔ کسی بھی مسلک میں سود یا سودی کاروبار جائز نہیں، بلکہ سب ہی اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ قرار دیتے ہیں۔ کوئی فقہ، چوری کے جرم پر ہاتھ کاٹنے کی سزا سے انکار نہیں کرتی۔ مسلمانوں کا کوئی فرقہ جھوٹ بولنے اور جھوٹی گواہی کو جائز قرار نہیں دیتا اور تمام مسالک اس جرم کی سزا پر بھی متفق ہیں۔ ذخیرہ اندوزی، دھوکے سے مال فروخت کرنا، جھوٹی قسمیں کھا کر کاروبار کرنا یا جواء اور سٹہ بازی سے کاروباروں اور گھروں کو اجاڑنا، یہ تمام کے تمام ایسے جرائم ہیں جن کے بارے میں تمام فقہاء متفق بھی ہیں اور ان جرائم پر سزاؤں کے نفاذ میں بھی کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ زمینوں پر ناجائز قبضہ کر کے آخرت کی وعید تو اپنی جگہ ہے لیکن اسلامی تاریخ میں قاضیوں نے جو سزا مقرر کی ہے، اس پر بھی کوئی تفرقہ بازی نہیں ہے۔ پڑوسی کے حقوق کے بارے میں اگر اسلامی شریعت کے مطابق قوانین مرتب ہو جائیں تو تمام مسالک ایسے مشترکہ قوانین مرتب کریں گے کہ جدید انسانیت میں امن و آشتی کے لیے اس سے بہتر کوئی اور قانون میسر نہیں ہوگا۔ مسلمانوں کے کسی مسلک یا فرقے میں فحاشی اور عریانی کی کسی بھی سطح پر اجازت نہیں ہے، بلکہ کوئی مسلک بھی مخلوط معاشرے کو جائز تصور نہیں کرتا۔ پردے کے احکامات بھی ہر فقہ یا مسلک میں تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ مشترک ہی ہیں۔ کوئی فرقہ خواتین کو زیب و زینت کی کھلے عام نمائش کی آزادی نہیں دیتا۔ غیبت، الزام، بہتان، اور جھوٹ کی بنیاد پر کردار کشی کے معاملے میں بھی ہر فقہ متفق ہے اور اس پر اسی کوڑوں کی سزا کا بھی اتفاق ہے۔ سوچئے کہ اگر دنیا بھر میں موجود بہتان (Lible) کے قوانین کی جگہ اسلام کا ''بہتان کا قانون'' نافذ ہو جائے تو ہتک عزت اور بہتان کے بارے میں اسلامی شریعت کے مطابق فیصلوں کے بعد کتنے سیاستدان، صحافی، کالم نگار، اینکر پرسن اور ادیب جھوٹے الزام اور بہتان کی بنیاد پر چوکوں میں لگی ٹکٹکیوں پر اسی کوڑوں کی سزا سے ''لطف اندوز'' ہو کر ''آزادیٔ اظہار'' کے حق میں نعرے بلند کر رہے ہوں گے۔ تمام مسالک اپنی اپنی فقہ کے مطابق جھوٹے الزام اور بہتان لگانے والے پر یہ ذمہ داری عائد کرتے ہیں کہ ایسا شخص ثابت کرے کہ اس نے جو الزام لگایا ہے وہ سچ ہے اور اس میں کسی صحافی کو یہ چھوٹ بھی حاصل نہیں کہ صحافی اپنے ''سورس'' (Source) کے بارے میں نہیں بتاتا۔ غرض کوئی ایسا اسلامی قانون نہیں ہے جسے ''نفاذِ شریعت''

کے دوران حکومتی سطح پر نافذ کیا جانا مقصود ہو اور اس میں ذرّہ برابر بھی اختلاف پایا جائے۔ مسلمانوں کے فرقوں میں کہیں اگر اختلاف ہے بھی تو صرف ذاتی سطح پر عبادات اور رسومات کے معاملے میں ہے۔ یہاں تک کہ عبادات کے معاملے میں بھی ادائیگی نماز کے حوالے سے فرائض کی حد تک کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کسی فقہ میں پانچ کی بجائے چھ نمازیں، رمضان کے روزوں کی بجائے رجب میں روزے، شوال اور ذوالحج کی عیدوں کی جگہ کسی اور مہینے میں عیدیں نہیں ہیں۔ طواف، سعی، عرفات اور مزدلفہ کی رسومات کی ادائیگی تک، غرض کسی معاملے کی بنیادی ہیئت اور فرضیت میں کوئی بھی اختلاف موجود نہیں ہے۔ نکاح کے معاملے میں بھی سب فرقے متفق ہیں کہ کس سے نکاح کیا جاسکتا ہے اور کس سے نہیں۔ جو لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ ”کس فرقے کا اسلام نافذ کریں“، تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ جتنا سب میں مشترک ہے نافذ کر دو اس کے بعد اسلام کی رو سے کسی اور قانون کے نفاذ کی ضرورت ہی باقی نہیں رہے گی۔ دنیا میں کسی بھی ملک کا آئین ایسا نہیں جس کی تشریح پر اختلاف موجود نہ ہو۔ پاکستان کے آئین کی ہر سیاسی پارٹی اور گروہ الگ الگ تشریح کرتا ہے۔ لیکن کوئی یہ سوال نہیں اٹھاتا کہ ہم کس پارٹی کا آئین نافذ کریں۔ اسے نافذ کر دیا گیا ہے اور سپریم کورٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کی تشریح کرے۔ اگر شریعت کو بھی نافذ کر کے ایک ایسی ہی عدالت ترتیب دے دی جائے جس میں تمام مسالک کے علماء موجود ہوں اور انہیں ہی تشریح کا حق دیا جائے تو اسلامی قوانین میں اتفاقِ رائے اس قدر موجود ہے کہ شاید ہی کوئی کیس اس عدالت میں تشریح کے لیے آئے۔ لیکن معاملہ صرف نیتوں کا ہے۔ ہم دل سے اسلام کا نفاذ چاہتے ہی نہیں۔۔۔!!

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم اسلامی کو اپنی بیٹی، عمر 21 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، قد 5.4، صوم وصلوٰۃ اور پردہ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ اور برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے رہائشی صحیح العقیدہ لوگ رابطہ کریں۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0321-4841367

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

”دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23- کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور“ میں

13 تا 19 دسمبر 2020ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

18 تا 20 دسمبر 2020ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء و معاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں
تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ دسمبر 2020ء
ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ

مشمولات

☆ ”جب تم حیا کا پردہ اُٹھا دو تو پھر جو چاہے کرو!“ — ایوب بیگ مرزا
☆ نبی اکرم ﷺ بحیثیتِ منتظم — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی: تمام مسائل کا واحد حل — ڈاکٹر محمد جہان یعقوب
☆ قرآن کا معجزہ — اُمِّ احسن
☆ عصری تہذیبی مسائل اور حل — شکیلہ عبدالحمید
☆ ختمِ نبوت کا ایک تکمیلی پہلو: ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا کردار — انجینئر مختار فاروقی
☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ”بیان القرآن“ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

It is time for the U.S. to face its War Crimes

The report of a four-year Australian government investigation into alleged war crimes by the country's special forces in Afghanistan was published on Thursday, revealing unspeakable atrocities against civilians.

The report details how at least 25 members of Australia's Special Air Services (SAS) were involved in 39 murders of civilians. The report's description on page 120 of just one incident suffices to describe the nature of these crimes:

> "Special Forces would then cordon off a whole village, taking men and boys to guesthouses, which are typically on the edge of a village. There they would be tied up and tortured by Special Forces, sometimes for days. When the Special Forces left, the men and boys would be found dead: shot in the head or blindfolded and with throats slit.
>
> Cover-ups. A specific incident described to Dr Crompvoets involved an incident where members from the 'SASR' were driving along a road and saw two 14-year-old boys whom they decided might be Taliban sympathisers. They stopped, searched the boys and slit their throats. The rest of the Troop then had to 'clean up the mess', which involved bagging the bodies and throwing them into a nearby river…"

The report on page 29 describes a practice known as "blooding":

> "…the Inquiry has found that there is credible information that junior soldiers were required by their patrol commanders to shoot a prisoner, in order to achieve the soldier's first kill, in a practice that was known as 'blooding'. This would happen after the target compound had been secured, and local nationals had been secured as 'persons under control'. Typically, the patrol commander would take a person under control and the junior member, who would then be directed to kill the person under control. 'Throwdowns' would be placed with the body, and a 'cover story' was created for the purposes of operational reporting and to deflect scrutiny. This was reinforced with a code of silence."

These are the kinds of crimes that show an unbroken link to colonial brutality dating back to the 19th Century, when Western soldiers, jacked up to kill their "inferiors" then as now, are unleashed on innocent populations in developing countries.

Australia was only in Afghanistan because of the U.S. For his devotion to Washington in sending Australian troops far away to Afghanistan in 2005, former Prime Minister John Howard was rewarded with the Presidential Medal of Freedom by George W. Bush, who started the Afghan War in 2001.

What Australia has now finally done should be a lesson for its Five Eyes senior partner. As it is, the United States has a very sparse record of prosecuting its own war crimes.

During the war against Native Americans, the U.S. government authorized raids, which often led to massacres. Rather than prosecuting, the government rewarded Americans for killing indigenous people.

Fast forward to after 9/11, in Afghanistan, the U.S. merely convicted one soldier for murder, put another on trial and demoted a third who was acquitted of murder. But ex-President Donald Trump pardoned the first two and restored the rank of the third, perhaps making him an accessory to a crime after the fact. When the International Criminal Court announced in March 2020 that it would launch an investigation into alleged U.S. crimes in Afghanistan, Secretary of State Mike Pompeo reacted by threatening ICC officials with sanctions if they came to the United States.

It is high-time for the world to investigate the U.S. for war crimes. Those found guilty – politicians, generals or soldiers – must all be made an example.

Source: *Adapted from an article by Joe Lauria, the editor-in-chief of Consortium News and a former UN correspondent for The Wall Street Journal, Boston Globe, and numerous other newspapers. Published on https://consortiumnews.com/*

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.41
Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore